شوال المکرّم 1444ھ | مئی 2023ء

ماہنامہ خواتین

جلد: 02 شمارہ: 05

ویب ایڈیشن

یاباعِثُ یانُورُ ۱۱ بار (اول آخر ایک بار درود)

روزانہ سوتے وقت دل پر سیدھا ہاتھ رکھ کر پڑھیئے۔ اس کی برکت سے اِنْ شَاءَاللہُ الکریم کم از کم یہ ۹ فائدے ملیں گے:

① دل کی بیماریاں ہوں تو صحت ملے نہ ہوں تو حفاظت ملے ② ٹینشن دُور ہو ③ ہائی بلڈ پریشر میں فائدہ ہو ④ اُلٹے سیدھے خوابوں سے نجات ملے ⑤ دل روشن ہو ⑥ نیند نہ آتی ہو تو آئے ⑦ بزرگانِ دین کی زیارتیں ہوں ⑧ مرتے وقت کلمہ نصیب ہو ⑨ غصے کی عادت نکلے۔

(اللہ پاک کی رضا کیلئے پڑھنا چاہیئے، وہ چاہے گا تو بے شمار فائدے اور برکتیں پائیں گے

دَردوں سے نجات کا وظیفہ

''یَاغَنِیُّ'' رِیڑھ کی ہڈی، گھٹنوں، جوڑوں یا جسم میں کہیں بھی درد ہو، چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے پڑھتے رہیے، اِنْ شَآءَ اللہ درد جاتا رہے گا۔ (فیضان سنت، جلد اول، ص 173)

دائمی مرض کا علاج

دائمی مریض ہر وقت یَامُعِیْدُ پڑھتا رہے، اللہ ربُّ العزّت صحّت عنایت فرمائے گا۔ (بیمار عابد، ص 39)

نظرِ بد کا علاج

تین مرتبہ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر سات مرتبہ یہ دعا: اَللّٰھُمَّ اَذْھِبْ حَرَّھَا وَبَرْدَھَاوَوَصَبَھَا پڑھ کر جس کو نظر ہو اس پر دَم کیجئے، اِنْ شَآءَ اللہ نظر اُتر جائے گی۔ (بیمار عابد، ص 44)

CONTENT

شرعی تفتیش: مولانا مفتی محمد انس رضا عطاری مدنی دار الافتاء اہلِ سنت (دعوتِ اسلامی)

تاثرات (Feedback) کے لئے اپنے تاثرات، مشورے اور تجاویز نیچے دیئے گئے ای میل ایڈریس اور (صرف تحریری طور پر) واٹس ایپ نمبر پر بھیجئے: mahnamahkhawateen@dawateislami.net پیش کش: شعبہ ماہنامہ خواتین المدینۃ العلمیۃ (اسلامک ریسرچ سینٹر) دعوتِ اسلامی

WhatsApp 0348-6422931

سلسلہ حمد و نعت

مناجات

گناہوں کی نحوست بڑھ رہی ہے دم بدم مولیٰ

گناہوں کی نحوست بڑھ رہی ہے دم بدم مولیٰ
میں توبہ پر نہیں رہ پا رہا ثابت قدم مولیٰ

گنہ کرتے ہوئے گر مرگیا تو کیا کروں گا میں
بنے گا ہائے میرا کیا کرم فرما کرم مولیٰ

سنہری جالیوں کے سامنے اے کاش! ایسا ہو
نکل جائے رسولِ پاک کے جلووں میں دم مولیٰ

بَنا مجھ کو محمد مصطفےٰ کا عاشقِ صادق
تُو دیدے سوزِ سینہ کر عنایت چشمِ نم مولیٰ

بچیں بے کار باتوں سے پڑھیں اے کاش کثرت سے
تِرے محبوب پر ہر دم دُرودِ پاک ہم مولیٰ

رسولِ پاک کی دُکھیاری اُمّت پر عنایت کر
مریضوں، غمزدوں، آفت نصیبوں پر کرم مولیٰ

پئے شاہِ مدینہ اب مُشرّف حج سے فرمادے
چلے عطّار پھر روتا ہوا سُوئے حرم مولیٰ

از: امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ

وسائلِ بخشش، ص97

نعت

مُژدۂ رَحمتِ حق ہم کو سنانے والے

مُژدۂ رَحمتِ حق ہم کو سنانے والے
مرحبا آتشِ دوزخ سے بچانے والے

جتنے اللہ نے بھیجے ہیں نبی دنیا میں
تیری آمد کی خبر سب ہیں سنانے والے

مجھ سے ناشاد کو پہنچا دے دَرِ احمد تک
میرے خالق میرے بچھڑوں کے ملانے والے

دلِ ویرانۂ عاشق کو بھی کیجئے آباد
میرے محبوب مدینے کے بسانے والے

کوئی پہنچا نہ نبی رُتبۂ عالی کو ترے
مرحبا! خُلد کی زنجیر ہلانے والے

بَعدِ مُردَن مجھے دِکھلائیں گے جلوہ اپنا
قبرِ تیرہ میں مرے شمع دکھانے والے

قبر میں آپ کو دیکھا تو رضاؔ نے یہ کہا
دیکھئے! آئے وہ مُردوں کو جِلانے والے

از امامِ اہلِ سنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ

حدائقِ بخشش، ص484

63 نیک اعمال

نیک عمل نمبر4

نقل کیا گیا ہے کہ کسی بزرگ نے اپنے بیٹے سے فرمایا: دن بھر میں جو بھی بات سنو یا کچھ دیکھو اور جو بھی عمل کرو شام کو مجھے بتانا۔ چنانچہ اس شام بیٹے نے دن بھر کی کارکردگی کی رپورٹ تو دے دی مگر اگلے دن معذرت کرتے ہوئے عرض کی: ابا جان! میں پہاڑ تو سر کر سکتا ہوں لیکن دن بھر کے اعمال کے متعلق بتانے کی مجھ میں ہمت ہے نہ جُرْأَت۔ اس کے والد نے فرمایا: ٹھیک ہے، نہ کرنا، مگر یہ تو سوچو کہ جب تم میرے سامنے ایک دن کا حساب کتاب بیان نہیں کر سکتے تو پھر ساری زندگی کا حساب کتاب اللہ پاک کو کس طرح دو گے![1]

افسوس! ہم آخرت کے معاملات سے غافل ہو چکی ہیں اور ہمیں حساب و کتاب کی کوئی فکر نہیں، حالانکہ موت سر پر کھڑی ہے، لہٰذا جو کرنا ہے ابھی کرنا ہے۔

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے　　کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو دنیا میں اپنا حساب کرتا رہے گا اس کے لیے آخرت کا حساب آسان ہو جائے گا، لہٰذا جب گناہ کرنے لگو تو سوچ لو کہ رب ہمارے اس گناہ کو دیکھ رہا ہے۔[2]

پیاری اسلامی بہنو! ہم تو خوش قسمت ہیں کہ ہمارے پیر و مرشد حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت بَرَکاتُہمُ العالیہ نے ہمیں اپنا جائزہ لینے کا بڑا ہی پیارا طریقہ عطا فرما کر ہمارے لئے آسانیاں پیدا کر دیں تاکہ اس پر عمل کر کے ہم جنت کے رستے کی مسافر بن جائیں، چنانچہ اس رسالے کا سوال نمبر 4 یہ ہے: **کیا آج آپ نے بات چیت، چلت پھرت، اٹھانا رکھنا، کھانا پکانا، فون پر گفتگو وغیرہ تمام کام کاج (علاوہ اجازتِ شرعی) موقوف کر کے اذان کا جواب دیا؟ (اگر پہلے سے کھا پی رہی ہوں اور اذان شروع ہو جائے تو کھانا پینا جاری رکھ سکتی ہیں۔)**[3]

یقیناً اذان کا جواب دینا نیکیاں کمانے کا آسان ذریعہ ہے۔ کیونکہ اللہ پاک کے آخری نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ایک بار فرمایا: اے عورتو! جب تم بلال کو اذان کہتے سنو تو جس طرح وہ کہتا ہے تم بھی کہو کہ اللہ پاک تمہارے لئے ہر کلمے کے بدلے ایک لاکھ نیکیاں لکھے گا اور ایک ہزار درجات بلند فرمائے گا اور ایک ہزار گناہ مٹائے گا۔[4]

اللہ پاک کی رحمت پر قربان! اس نے ہمارے لئے نیکیاں کمانا، درجات بڑھوانا اور گناہ بخشوانا کس قدر آسان فرما دیا! مگر افسوس! اتنی آسانیوں کے باوجود ہم غفلت کا شکار ہیں اور نیکیوں سے بھی منہ موڑے ہوئے ہیں، حالانکہ اگر کوئی اسلامی بہن ایک اذان کا جواب دے یعنی مؤذن صاحب جو کہتے جائیں اسلامی بہن بھی دہراتی جائے تو پوری اذان چونکہ 15 کلمات پر مشتمل ہے، لہٰذا اس کو 15 لاکھ نیکیاں ملیں گی، 15 ہزار درجات بلند ہوں گے اور 15 ہزار گناہ معاف ہوں گے۔ جبکہ فجر کی اذان میں دو کلمات زائد ہیں یعنی فجر کی اذان میں 17 لاکھ نیکیاں، 17 ہزار درجات کی بلندی اور 17 ہزار گناہوں کی معافی کی خوش خبری ہے۔ تو یوں کوئی اسلامی بہن اہتمام

کے ساتھ روزانہ پانچوں وقت اذانوں کا جواب دینے میں کامیاب ہو جائے تو اسے روزانہ 77 لاکھ نیکیاں ملیں گی، 77 ہزار درجات بلند ہوں گے اور 77 ہزار گناہ معاف ہوں گے۔

افسوس! آج کل ہماری اسلامی بہنیں اذان کے وقت باتوں یا کام کاج میں مصروف رہتی ہیں اور اذان سنتی ہیں نہ اس کا جواب دیتی ہیں، حالانکہ بہار شریعت میں ہے: جب اذان ہو اتنی دیر کے لئے سلام و کلام اور جواب سلام اور تمام کام بند کر دیں، یہاں تک کہ دورانِ تلاوت اذان سنائی دے تو تلاوت فوری بند کر کے اذان سنیں اور جواب دیں۔[5] البتہ! بعض صورتوں میں اذان کا جواب دینا ضروری نہیں، مثلاً حیض و نفاس کی حالت میں یا جو قضائے حاجت میں ہو، اس پر جواب نہیں۔[6] اس کے علاوہ کسی بھی قسم کے کام کاج میں مصروف ہوں، خواہ پیدل چل رہی ہوں یا دستر خوان ہی لگا رہی ہوں، سب کچھ روک کر جواب دیں کہ بہارِ شریعت جلد 1 صفحہ 473 پر ہے: جو اذان کے وقت باتوں میں مشغول رہے اس کا معاذَ اللہ خاتمہ بُرا ہونے کا خوف ہے۔ البتہ! وقفے وقفے سے اگر مختلف اذانوں کی آوازیں آرہی ہوں تو زبان سے فقط پہلی ہی اذان کا جواب دینا مستحب ہے، مگر بہتر یہی ہے کہ سب اذانوں کا جواب دیں۔[7] نیز دیگر اذانیں جیسے بچے کے کان میں اذان اور وبا مثلاً کرونا وائرس کے زمانے میں دی جانے والی اذان کا جواب دینے کا حکم نماز والی اذان کی طرح تو نہیں کہ نمازوں کی اذان کا جواب دینے کا حکم بہت تاکیدی ہے، حتی کہ علمائے کرام کی ایک تعداد نے اسے واجب تک قرار دیا ہے، اگرچہ ہمارے نزدیک راجح و مختار عدمِ وجوب ہے، لیکن دیگر اذانوں کا جواب دینا بھی مستحب اور بہتر ہے۔[8]

اگر اذان کا جواب اخلاص اور دل سے دیا جائے تو اس پر جنت میں داخلے کی خوش خبری دی گئی ہے۔[9] بلکہ ایک روایت میں ہے کہ ایک صحابی فوت ہو گئے تو حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے صحابہ کرام کو غیب کی خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ پاک نے اسے جنت میں داخل کر دیا ہے؟ اس پر لوگ حیران ہوئے، کیونکہ بظاہر ان کا کوئی بڑا عمل نہ تھا۔ ایک صحابی ان کے گھر گئے اور ان کی بیوہ سے پوچھا: ان کا کوئی خاص عمل ہمیں بتایئے! تو جواب ملا: اور تو کوئی خاص بڑا عمل مجھے معلوم نہیں صرف اتنا جانتی ہوں کہ دن ہو یا رات جب بھی وہ اذان سنتے تو جواب ضرور دیتے تھے۔[10]

اذان کا جواب دینے کا طریقہ: مؤذن اذان کے دوران ایک کلمہ ادا کرنے کے بعد تھوڑی دیر خاموش ہوتا ہے تو اس وقفے میں آپ بھی وہی الفاظ ادا کریں جو مؤذن نے کہے ہوں، مثلاً جب وہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کے بعد خاموش ہو تو اس وقت آپ بھی اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہیں۔ اِسی طرح باقی کلمات کا جواب دیں۔ البتہ! جب پہلی بار اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہے تو یہ کہیں: صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ جب دوبارہ کہے تو قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کہیں اور ہر بار انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں سے لگا لیں، آخر میں اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ کہیں، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کے جواب میں ہر بار لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہیں اور بہتر ہے کہ دونوں کہیں بلکہ مزید یہ بھی ملالیں: مَاشَاءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَالَمْ یَشَاْ لَمْ یَکُنْ۔ فجر کی اذان میں اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم کے جواب میں صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ وَبِالْحَقِّ نَطَقْتَ کہیں۔[11]

اپنے ربِّ کریم کی رضا حاصل کرنے کے لیے بدھ کے دن دعوتِ اسلامی کے ہفتہ وار اجتماع میں شریک ہو کر خوب نیکیاں کمائیں، ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو اپنا نیک اعمال کا رسالہ پُر کر کے متعلقہ ذمہ دار کو جمع کروائیں۔ البتہ! جو اسلامی بہنیں موبائل فون کے ذریعے نیک اعمال کے رسالے کو فِل کرنا چاہتی ہیں وہ پلے اسٹور میں جا کر نیک اعمال کا رسالہ ڈاؤن لوڈ کر کے اس کو روزانہ کی بنیاد پر فِل کر سکتی ہیں۔ اللہ پاک ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 تفسیر روح البیان، 5/141 2 تفسیر نور العرفان، ص 875 3 63 نیک اعمال، ص 3 4 تاریخ ابن عساکر، 55/75 5 بہار شریعت، حصہ: 3، 1/473 6 درمختار، 2/81 7 بہار شریعت، حصہ: 3، 1/473 8 دار الافتاء اہلسنت، فتویٰ نمبر Sar-7199 9 مسلم، ص 163، حدیث: 850 10 تاریخ ابن عساکر، 40/412 ملخصاً 11 فیضان اذان، ص 7

قرآن ادبِ مصطفےٰ سکھاتا ہے (ساتویں اور آخری قسط)

بنتِ طارق عطاریہ مدنیہ
ناظمہ جامعۃ المدینہ گرلز فیضانِ ام عطار شفیع کا بھٹہ سیالکوٹ

آیت نمبر: 9

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝۲ (پ26، الحجرات: 2) ترجمہ کنزالعرفان: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز پر اونچی نہ کرو اور ان کے حضور زیادہ بلند آواز سے کوئی بات نہ کہو جیسے ایک دوسرے کے سامنے بلند آواز سے بات کرتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

یہاں بارگاہِ رسالت کے یہ دو عظیم آداب سکھائے گئے ہیں: (1) جب بارگاہِ رسالت میں کچھ عرض کرو تو تمہاری آواز حضور کی آواز سے بلند نہ ہو بلکہ جو عرض کرنا ہے وہ آہستہ اور پست آواز سے کرو۔ (2) حضور کو پکارنے میں ادب کا پورا لحاظ رکھو اور جیسے آپس میں ایک دوسرے کو نام لے کر پکارتے ہو اس طرح نہ پکارو بلکہ جو عرض کرنا ہو وہ ادب و تعظیم اور توصیف و تکریم کے کلمات و القاب کے ساتھ عرض کرو جیسے یوں کہو: یارسولَ اللہ!، یانبیَّ اللہ!۔[1]

اس آیت کے شانِ نزول کے متعلق مختلف روایات ہیں ان میں سے چند یہ ہیں: ❶ ایک موقع پر حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہُ عنہما کا اختلاف ہو گیا اور دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں، جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[2] ❷ حضور کی بارگاہ میں منافقین اپنی آوازیں بلند کیا کرتے تھے تاکہ کمزور مسلمان (اس معاملے میں) ان کی نقل کریں، اس پر مسلمانوں کو بارگاہِ مصطفےٰ میں آواز بلند کرنے سے منع کر دیا گیا (تاکہ منافق اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوں)۔[3] ❸ یہ آیت حضرت ثابت بن قیس رضی اللہُ عنہ کے متعلق نازل ہوئی، وہ اونچا سنا کرتے تھے، ان کی آواز بھی اونچی تھی اور بات کرنے میں مزید بلند ہو جایا کرتی تھی۔[4] ان کا یوں بلند آواز سے بات کرنا اگرچہ اونچا سننے کی معذوری کے سبب تھا۔ لیکن معذوری اونچا سننا تھا نہ کہ اونچا بولنا، لہٰذا اس سے منع فرمایا گیا۔

اس آیت کے شانِ نزول سے متعلق اور بھی روایات ہیں، ممکن ہے کہ اس آیت کے نزول سے پہلے مختلف اسباب پیدا ہوئے ہوں اور بعد میں ایک ہی مرتبہ یہ آیت نازل ہو گئی ہو، جیسا کہ علامہ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: اس بات سے کوئی چیز رُکاوٹ نہیں کہ آیت کا نزول مختلف اسباب کی وجہ سے ہوا ہو جو آیت نازل ہونے سے پہلے واقع ہوئے تھے اور جب (تمام روایات میں) ان اسباب کی سندیں صحیح ہیں اور ان میں تطبیق واضح ہے تو پھر ان میں سے کسی کو ترجیح نہیں دی جاسکتی۔[5] نیز یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ صحابہ کرام سے کوئی بے ادبی ہوئی ہو جس پر انہیں خبردار کیا گیا ہو، ممکن ہے کہ

احتیاط کے طور پر انہیں یہ آداب سکھائے گئے ہوں اور بے ادبی کی سزا سے آگاہ کیا گیا ہو۔

صحابہ کرام و دیگر بزرگانِ دین کا حال: جب یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی تو صحابہ کرام بہت احتیاط کرنے لگے اور حضور سے گفتگو کے دوران حتی کہ حضور کی ظاہری وفات کے بعد حضور کے مزار کے پاس آواز بلند ہو جانے کے ڈر سے بہت زیادہ احتیاط کرنے لگے اور دوسروں کو بھی ایسا ہی کرنے کی نصیحت کرتے، یہی حال بعد کے بزرگانِ دین کا بھی رہا۔ چنانچہ چند واقعات ملاحظہ کیجئے:

(1) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہُ عنہ نے قسم کھائی کہ آئندہ حضور سے آہستہ آواز میں بات کیا کریں گے۔[6]

(2) حضرت عمر فاروق رضی اللہُ عنہ کا حال یہ تھا کہ آپ بارگاہِ مصطفےٰ میں اتنی آہستہ آواز سے بات کرتے کہ کبھی کبھار حضور کو سمجھنے کے لئے دوبارہ پوچھنا پڑتا کہ کیا کہتے ہو؟[7]

(3) حضرت ثابت رضی اللہُ عنہ اپنے گھر میں بیٹھ گئے اور (خوفِ خدا کی وجہ سے) کہنے لگے: میں دوزخیوں میں سے ہوں۔ (جب کچھ عرصہ بارگاہِ مصطفےٰ میں حاضر نہ ہوئے تو) حضور نے کسی سے ان کا حال پوچھا اور سارا معاملہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: (وہ جہنمی نہیں) بلکہ وہ جنتی ہیں۔[8]

(4) ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہُ عنہ نے مسجدِ نبَوِی میں دو افراد کی بلند آواز سنی تو آپ نے ان سے پوچھا: کہاں سے تعلق رکھتے ہو؟ انہوں نے عرض کی: طائف شہر کے رہنے والے ہیں۔ تو ارشاد فرمایا: اگر تم مدینے کے رہنے والے ہوتے تو میں (یہاں آواز بلند کرنے کی وجہ سے) تمہیں ضرور سزا دیتا (کیونکہ مدینے میں رہنے والے دربارِ مصطفےٰ کے آداب خوب جانتے ہیں۔)[9]

(5) ابو جعفر منصور بادشاہ مسجدِ نبوی میں حضرت امام مالک سے ایک مسئلے کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا، (کہ اس کی آواز کچھ بلند ہوگئی تو) امام مالک نے سورۂ حجرات کی پہلی تین آیات پڑھ کر اس سے فرمایا: بے شک ظاہری وصال کے بعد بھی حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی عزت ایسی ہی ہے جیسی آپ کی ظاہری زندگی میں تھی۔ اس پر ابو جعفر نے عاجزی کا اظہار کیا اور کہا: اے ابوعبدُ اللہ! میں قبلے کی طرف منہ کر کے دعا کروں یا حضور کی طرف؟ تو امام مالک نے اسے حضور کی طرف چہرہ کر کے شفاعت کی درخواست پیش کرنے کا کہا۔[10]

اَہم باتیں: اس آیت سے تین اَہم باتیں معلوم ہوئیں:

❶ بارگاہِ مصطفےٰ کا جو ادب و احترام اس آیت میں بیان ہوا، یہ آپ کی ظاہری زندگی کے ساتھ ہی خاص نہیں ہے بلکہ آپ کی ظاہری وفات سے لے کر تاقیامت بھی یہی ادب و احترام باقی ہے۔ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: اب بھی حاجیوں کو حکم ہے کہ جب روضۂ پاک پر حاضری نصیب ہو تو سلام بہت آہستہ کریں اور کچھ دور کھڑے ہوں بلکہ بعض فقہا نے تو حکم دیا ہے کہ جب حدیثِ پاک کا درس ہو رہا ہو تو وہاں دوسرے لوگ بلند آواز سے نہ بولیں کہ اگرچہ بولنے والا (یعنی حدیثِ پاک کا درس دینے والا) اور ہے مگر کلام تو حضور کا ہے۔[11]

❷ بارگاہِ رسالت میں ایسی آواز بلند کرنا منع ہے جو آپ کی تعظیم کے مطابق نہ ہو، لیکن اگر اس سے بے ادبی اور توہین کی نیت ہو تو یہ کفر ہے، لہٰذا جنگ کے دوران یا اشعار کی صورت میں کفار کی مذمت بیان کرنے کے دوران صحابہ کرام کی جو آوازیں بلند ہوئیں وہ اس آیت میں داخل نہیں کیونکہ یہ تعظیم و توقیر کے خلاف نہ تھیں بلکہ بعض مقامات پر حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اجازت سے تھیں، اسی طرح اذان کے وقت جو آواز بلند ہوئی وہ بھی اس میں داخل نہیں کیونکہ اذان ہوتی ہی بلند آواز سے ہے۔[12] ❸ علمائے کرام کی محفلوں میں بھی آواز بلند کرنا ناپسندیدہ ہے کیونکہ یہ انبیائے کرام کے وارث ہیں۔[13]

---

❶ تفسیر قرطبی، جزء:16، 8/220 ❷ بخاری، 3/331، حدیث: 4845 ❸ تفسیر قرطبی، 8/220 ❹ تفسیر نسفی، ص1150 ❺ فتح الباری، 9/510، تحت الحدیث:4846 ❻ کنزالعمال، 1/214، الجزء الثانی، حدیث:4604 ❼ ترمذی، 5/177، حدیث: 3277 ❽ مسلم، ص70، حدیث:314 ❾ تفسیر ابن کثیر، 7/343 ❿ الشفا، 2/41 ⓫ شانِ حبیب الرحمٰن، ص225 ⓬ تفسیر صراط الجنان، 9/404 ⓭ تفسیر قرطبی، جزء:16، 8/220

شرحِ حدیث

صدقہ دینا کب افضل ہے؟

بنتِ کریم عطاریہ مدنیہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز خوشبوئے عطار واہ کینٹ

بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی: یارسولَ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! کون سا صدقہ ثواب کے لحاظ سے بڑا ہے؟ ارشاد فرمایا: وہ صدقہ جو تم تندرستی، مال کے لالچ، محتاجی کے خوف اور مالداری کی امید کی حالت میں کرو اور (صدقہ کرنے میں) اتنی تاخیر نہ کرو کہ جان حلق تک پہنچ جائے، پھر تم کہو: اتنا فلاں کے لئے اور اتنا فلاں کے لئے، حالانکہ اب تو وہ فلاں کا ہو چکا۔[1]

شرحِ حدیث

شارحِ بخاری حضرت علامہ مولانا مفتی محمد شریفُ الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: (انسان) جب تندرست ہوتا ہے اور یہ اُمید ہوتی ہے کہ ابھی زندہ رہے گا تو مال کو جمع رکھنے کی حِرص (لالچ) ہوتی ہے کہ معلوم نہیں آئندہ کیا صورتحال ہو! ایسے وقت صدقہ کرنا نفس پر شاق (دشوار) ہوتا ہے۔ اس لیے اس وقت صدقہ کرنا موت کے وقت صدقہ کرنے کی بہ نسبت زیادہ افضل ہے۔[2] کیونکہ فضیلت میں سب سے بڑھ کر عمل وہ ہے جس میں تکلیف زیادہ ہو۔[3] اور ایک روایت کے مطابق انسان کا اپنی زندگی میں ایک درہم خیرات کرنا مرتے وقت سو درہم خیرات کرنے سے بہتر ہے۔[4] نیز موت کے وقت غلام آزاد کرنے والے کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو پیٹ بھرنے کے بعد ہدیہ دیتا ہے۔[5] چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت مَیمون بن مِہران رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا کہ ہِشَام بن عَبْدُ الْمَلِک کی بیوی نے مرتے وقت اپنے سب غلام آزاد کردیئے ہیں تو انہوں نے فرمایا: یہ لوگ مالوں میں دو مرتبہ اللہ پاک کی نافرمانی کرتے ہیں۔ پہلے بُخل کرتے ہیں، پھر جب مال دوسرے کا ہو جاتا ہے تو اِسراف (فضول خرچی) کرتے ہیں۔[6]

اللہ پاک نے بھی صدقہ کرنے میں جلدی کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنِیْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِیْبٍۙ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ۝۱۰ (پ28، المنٰفقون: 10) ترجمہ کنز العرفان: اور ہم نے تمہیں جو رزق دیا اس سے اس وقت سے پہلے پہلے کچھ (ہماری راہ میں) خرچ کرلو کہ تم میں کسی کو موت آئے تو کہنے لگے، اے میرے رب! تو نے مجھے تھوڑی سی مدت تک کیوں مہلت نہ دی کہ میں صدقہ دیتا اور صالحین میں سے ہو جاتا۔

ایک جگہ فرمایا: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَ لَا خُلَّةٌ وَّ لَا شَفَاعَةٌؕ (پ3، البقرۃ: 254) ترجمہ کنز العرفان: اے ایمان والو! ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے اللہ کی راہ میں اس دن کے آنے سے پہلے خرچ کرلو جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہو گی اور نہ کافروں کے لئے دوستی اور نہ شفاعت ہو گی۔

ان دونوں آیات میں صدقہ کرنے میں جلدی کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے کہ راہِ خدا میں اپنا مال خرچ کرو اس سے پہلے کہ وہ وقت آئے کہ جب پچھتاوے کے علاوہ کچھ ہاتھ نہ آئے۔

کون سی چیزیں صدقہ دینے سے روکتی ہیں؟ صدقہ دینا یقیناً بے شمار اجر و ثواب والا کام ہے۔ لہٰذا شیطان ہر ممکن کوشش کرتا ہے کہ انسان کو اس نیک کام سے روکے۔ جو چیزیں صدقہ کرنے سے روکتی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں: لمبی اُمیدیں، مال کی محبت، لالچ، محتاجی کا خوف وغیرہ۔ ان رُکاوٹوں کو دور کرنے کے لیے ان طریقوں پر عمل کرکے ان کا علاج کیا جاسکتا ہے:

☆صدقہ کرنے کے فضائل پڑھیے ☆صدقاتِ واجبہ ادا نہ کرنے اور مال کو روکنے کی وعیدیں جانئے ☆ہر لمحہ موت کو یاد رکھیے کہ جب موت آئی تو یہ مال و دولت کسی کام نہیں آسکے گا، صرف وہی مال کام آئے گا جو راہِ خدا میں خرچ کیا ہو گا ☆دنیا اور اس کے مال کے بجائے آخرت کی محبت اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کیجئے کہ مال کی محبت بروزِ قیامت کچھ فائدہ نہ دے گی ☆مال کی چاہت رکھنے کے بجائے نیکیوں کی چاہت رکھیے اور نیکیوں میں آگے بڑھنے کی کوشش کیجیے کہ ایک مومنہ کی یہی شان ہوتی ہے کہ وہ مال کی نہیں نیکیوں کی شیدائی ہوتی ہے ☆یہ یقین رکھیے کہ اللہ پاک نے جو رزق نصیب میں لکھا ہے وہ مل کر رہے گا کہ کوئی جان اپنے نصیب کا رزق پورا کیے بغیر دنیا سے نہیں جاتی ☆اپنا یہ ذہن بنائیے کہ اللہ پاک کی راہ میں مال دینے سے بڑھتا ہے، گھٹتا نہیں کہ یہ آزمائی ہوئی بات ہے جو ایک سال اپنے مال کی زکوٰۃ نکالتی ہے آئندہ سال اس سے زیادہ ہی نکالتی ہے، کیونکہ زکوٰۃ کی برکت سے اس کا مال بڑھ چکا ہوتا ہے۔

کیا صدقہ کرنے کے لیے مالدار ہونا ضروری ہے؟ کچھ خواتین کا ذہن ہوتا ہے کہ ابھی تو ہمارے پاس مال ہی نہیں ہے، ہمیں تو خود مال کی حاجت ہے، اگر صدقہ کر دیا تو ہم کہاں سے گزارہ کریں گی! وغیرہ وغیرہ۔ یاد رکھیے! صدقہ دینے کے لیے مالدار ہونا ضروری ہے نہ ڈھیروں مال خرچ کرنا۔ لہٰذا اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کیجیے، چاہے ایک روپیہ ہی کیوں نہ ہو کہ اللہ پاک کی بارگاہ میں کم یا زیادہ ہونا نہیں دیکھا جاتا بلکہ اخلاص دیکھا جاتا ہے۔ جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہُ عنہا سے مروی ہے کہ تاجدارِ رسالت صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! آگ سے بچو! اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعے۔ کیونکہ یہ بھوکے کے لیے بھرے ہوئے پیٹ والے کے برابر ہے۔[7] بلکہ غریبوں کو تو چاہیے کہ وہ اللہ پاک کی راہ میں زیادہ خرچ کریں کہ اس کی برکت سے اللہ پاک نے چاہا تو وہ کبھی محتاج نہیں ہوں گے۔ چنانچہ ایک حدیثِ قُدسی میں ہے: رسولُ اللہ صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: ربِّ کریم فرماتا ہے: اے ابنِ آدم! اپنا خزانہ (صدقہ کرکے) میرے حوالے کر دے۔ نہ جلے گا، نہ ڈوبے گا اور نہ چوری ہو گا۔ تجھے میں پورا دوں گا، اُس وقت کہ تو اُس کا زیادہ محتاج ہو گا۔[8]

سبحان اللہ! اس سے بڑھ کر مال کی حفاظت اور کیا ہو گی کہ صدقہ کرکے اللہ پاک کے حوالے کر دیا جائے۔ کیونکہ مال تو ختم ہو جانے والی چیز ہے، چاہے امیر کے پاس ہو یا غریب کے پاس۔ قبر میں اپنے ساتھ نہ تو غریب مال لے کر جا سکتی ہے اور نہ امیر، لہٰذا بہتری اسی میں ہے کہ اپنا مال اللہ پاک کی حفاظت میں دے دیا جائے تاکہ ہماری سخت محتاجی کے دن وہ ہمارے کام آئے۔

صدقہ نکالنے کے لیے مصیبت آنے کا انتظار مت کیجئے: کچھ خواتین ایسی بھی ہوتی ہیں جو صدقہ تب ہی نکالتی ہیں جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے۔ حالانکہ صدقہ نکالنے کیلئے مصیبت آنے کا انتظار نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اپنے مال میں سے صدقہ نکالتے رہنا چاہیے تاکہ وہ مصیبتوں کی راہ میں رکاوٹ بن جائے۔ حدیثِ پاک میں ہے: صبح سویرے صدقہ دو کہ بلا صدقے سے آگے قدم نہیں بڑھاتی۔[9]

دعوتِ اسلامی کا ساتھ دیجیے: جب بھی اپنے مال میں سے زکوٰۃ، فطرہ، عُشر یا دیگر صدقاتِ نافلہ نکالیں تو عاشقانِ رسول کی دینی تحریک دعوتِ اسلامی کو ضرور یاد رکھیے۔ الحمدللہ دعوتِ اسلامی دنیا کے کئی ممالک میں دینِ اسلام کی خدمت کرنے میں مصروفِ عمل ہے۔ دعوتِ اسلامی کے اخراجات لاکھوں یا کروڑوں میں نہیں بلکہ اربوں میں ہیں۔ آپ کا دیا ہوا مال کل بروزِ قیامت ان شاءاللہ آپ کے کام آئے گا۔ اللہ پاک ہمیں اپنی راہ میں خوش دلی کے ساتھ خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) بخاری، 1/479، حدیث: 1419 (2) نزہۃ القاری، 2/907، تحت الحدیث: 835 (3) کشف الخفاء، 1/141، حدیث: 459 (4) ابوداود، 3/155، حدیث: 2866 (5) ابوداود، 4/42، حدیث: 3968 (6) نزہۃ القاری، 2/907، تحت الحدیث: 835 (7) مسند امام احمد، 9/359، حدیث: 24555 (8) شعب الایمان، 3/211، حدیث: 3342 (9) معجم اوسط، 4/180، حدیث: 5643

میدانِ حشر میں لوگوں کی کیفیت (قسط 11)

شعبہ ماہنامہ خواتین

ایک روایت کے مطابق جب سے اللہ پاک نے آدمی کو پیدا فرمایا ہے اس وقت سے اس پر موت سے زیادہ سخت کوئی تکلیف نہیں، پھر موت کے بعد جو کچھ ہو گا اس کے مقابلے میں یقیناً موت بہت آسان ہے۔[1] چنانچہ ان صفحات میں موت کے بعد بالخصوص قیامت کے دن کیا کچھ ہو گا اور اس دن کی ہولناکیوں، دہشتوں اور دشوار گزار گھاٹیوں کا تذکرہ جاری ہے۔ پچھلی قسط میں قبروں سے نکل کر میدانِ حشر کی طرف جاتے ہوئے لوگوں کی حالت بیان کی گئی تھی۔ آیئے! اب یہ جانتی ہیں کہ میدانِ حشر میں لوگوں کی کیفیت و حالت کیا ہو گی۔

یاد رکھئے! جب میدانِ حشر میں اللہ پاک لوگوں کو اس طرح جمع فرمائے گا جس طرح تیر دان میں تیروں کو جمع کیا جاتا ہے اور پھر ان کی طرف 50 ہزار سال تک نظرِ رحمت بھی نہ فرمائے گا۔[2] تو اس وقت لوگ مختلف حالتوں میں ہوں گے، بعض لوگ عرش کے سائے کے نیچے ہوں گے تو بعض بادلوں کے سائے میں ہوں گے، جبکہ دیگر لوگ سخت دھوپ میں کھڑے ہوں گے، اس دن جہنم کے دروازے کھول دیئے جائیں گے، لوگوں پر جہنم کی گرمی اور لُو چل رہی ہو گی اور جہنم کے جھونکے ان پر آتے ہوں گے۔[3] ایک روایت کے مطابق اس دن ساری زمین آگ ہو گی[4] اور سورج کی گرمی سے دماغ یوں کھولتے ہوں گے جیسے ہنڈیا کھولتی ہے۔[5] قیامت کی اس گرمی میں لوگ اپنے ہی پسینے میں ڈوبے ہوں گے۔ ایک روایت کے مطابق اتنا پسینا نکلے گا کہ آدمی کے قد کی مقدار زمین پر بہے گا، پھر اوپر کی طرف بلند ہوتا ہوا اس کی ناک تک پہنچ جائے گا۔[6] ایک روایت کے مطابق آدمی کے حلق تک پہنچ جائے گا اور اس کے منہ سے "غِق، غِق" کی آوازیں آنے لگیں گی۔[7] جبکہ ایک روایت میں ہے کہ پہلے یہ پسینا زمین میں 70 ہاتھ تک جَذب ہو گا (پھر اوپر کو چڑھے گا) اور وہ پسینا انہیں لگام ڈالے گا یہاں تک کہ ان کے کانوں تک پہنچ جائے گا۔[8] یہ پسینا اتنا زیادہ ہو گا کہ اس میں کشتیاں چلائی جائیں تو چل پڑیں۔[9] لوگوں کے پسینے کی وجہ سے زمین مردار سے بھی زیادہ بدبودار ہو جائے گی۔[10]

اس دن کی ہولناکی و شدت کا عالم یہ ہو گا کہ ایک روایت میں ہے: اس دن کافر کو اسی کے پسینے سے لگام دی گئی ہو گی، یہاں تک کہ وہ کہے گا: یا اللہ! مجھ پر رحم فرما! چاہے جہنم میں ہی ڈال دے۔[11] جبکہ ایک روایت میں ہے کہ اپنی اس حالت سے تنگ آ کر صرف اس دن کی تکلیف سے نجات پانے کے لئے جہنم میں جانے کی خواہش کرنے والا وہ شخص جہنم کے عذاب

کو بھی اچھی طرح جانتا ہوگا۔ (12)

پسینا کیوں آئے گا؟ مسلم شریف کی شرح اِکمالُ المُعْلِم میں ہے: ممکن ہے کہ قیامت کے ہولناک احوال دیکھ کر خوف اور ڈر کی وجہ سے اپنے ہی پسینے میں ڈوبا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ اس کا اور دوسرے لوگوں کا پسینا ہو اور یہ پسینا لوگوں کے رش اور ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہونے کی وجہ سے آئے گا حتی کہ پسینا ان کے درمیان زمین پر بہہ رہا ہوگا اور وہ ستر سال تک اس پسینے میں غوطے لگائیں گے۔ (13) جبکہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس دن پسینا سورج اور دوزخ کی گرمی، انتہائی پریشانی و فکر اور ندامت کی وجہ سے ہوگا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ ہر ایک کا پسینا الگ ہوگا دوسروں کے پسینے سے مل کر دریا نہ بنے گا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مچھلی سے پانی میں طاق بن گیا۔ بعض نے فرمایا کہ تمام پسینوں کا دریا بن جائے گا مگر یہ دریا کسی کے ٹخنوں تک، کسی کے منہ تک۔ جیسے ایک ہی قبر میں مومن مُردہ جنت میں ہے، کافر مُردہ دوزخ میں، ایک چارپائی پر دو آدمی سو رہے ہیں ایک اچھے خواب سے خوش ہے دوسرا بُرے خواب سے پریشان۔ (14)

کیا سب لوگ پسینے میں غرق ہوں گے؟ ایسا نہیں کہ سب لوگ پسینے میں ڈوبے ہوں گے، جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ تمام لوگ اپنے اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں ڈوبے ہوں گے، ان میں سے کچھ ٹخنوں تک، کچھ گھٹنوں تک، کچھ کمر تک پسینے میں ہوں گے اور کچھ لوگوں کو پسینے نے لگام ڈال رکھی ہو گی۔ (15) یعنی پسینا اعمال کے مطابق ہوگا، زیادہ گناہ کیے تو پسینا زیادہ، کم کیے تو پسینا کم۔ (16) نیز جب حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے یہ فرمایا کہ قیامت کے دن کی سختیاں اتنی زیادہ ہوں گی کہ کافروں کو پسینے کی لگام ڈال دی جائے گی۔ تو ان سے عرض کی گئی: اس دن مومن کہاں ہوں گے؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: وہ سونے کی کرسیوں پر ہوں گے اور ان پر بادل سایہ کئے ہوں گے۔ (17) اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے دن کسی کے جسم پر کپڑے کا چیتھڑا تک نہ ہوگا، مومن مرد و عورت کے پردے کے مقامات کو دیکھا جا سکے گا نہ اس دن کی گرمی ان کو پہنچے گی۔ (18) ان روایات سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن بعض لوگ سکون میں ہوں گے، جیسا کہ حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث کے ظاہر سے تو یہی پتہ چلتا ہے کہ سب لوگ پسینے میں ہوں گے لیکن دوسری اَحادیث اس بات پر بھی دلالت کرتی ہیں کہ سب نہیں بلکہ اکثر لوگ پسینے میں ہوں گے، انبیائے کرام، شُہدا اور جسے اللہ پاک چاہے وہ اس سے الگ ہیں۔ سب سے زیادہ پسینے میں کافر ہوں گے، اُن سے کم پسینے میں بڑے گناہ کرنے والے، ان سے کم پسینے میں کم گناہ کرنے والے۔ اس گرمی و پسینے کی مصیبت میں کافروں کے مقابلے میں مسلمان بہت ہی کم ہوں گے۔ مزید فرماتے ہیں کہ اس دن جہنم نے زمین کو چاروں طرف سے گھیرا ہوا ہوگا۔ سورج لوگوں کے سروں سے ایک میل دُور ہوگا تو اس وقت زمین کی گرمی کس غضب کی ہوگی! پھر جو حدیث میں بیان کیا گیا کہ لوگوں کا پسینا زمین میں ستر گز تک چلا جائے گا (لوگوں کا اتنا رش ہوگا کہ) ہر شخص کو صرف پاؤں رکھنے کی جگہ ملے گی تو یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب میدان حشر میں اتنی بھیڑ ہوگی اور صرف پاؤں رکھنے کی جگہ ہوگی اور لوگ ایک دوسرے کے اتنے قریب ہوں گے تو پھر وہ الگ الگ پسینے میں کیسے ہوں گے؟ یعنی کوئی ٹخنوں تک، کوئی گھٹنوں تک اور کوئی گردن تک۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سب ان چیزوں میں سے ہے جس پر عقل حیران رہ جاتی ہے۔ یہ اللہ پاک کی قدرت پر دلالت کرتی ہے اور ایمان اس بات کا مطالبہ کرتا ہے کہ آخرت کی باتوں میں عقل کا کوئی عمل دخل نہیں۔ لہٰذا قیامت کے دن جو کچھ ہوگا وہ خلافِ عقل ہوگا۔ یہ ان ضروریاتِ دین میں سے ہے جس پر بغیر دیکھے ایمان لانا ضروری ہے، اس لئے ہمارا اس پر ایمان ہے۔ (19)

---

❶ معجم اوسط، 1/535، حدیث: 1976 ❷ معجم کبیر، 13/26، حدیث: 85 ❸ موسوعہ ابن ابی الدنیا، 6/211، حدیث: 188 ❹ معجم کبیر، 9/154، حدیث: 8771 ❺ مسند امام احمد، 8/279، حدیث: 22248 ❻ معجم کبیر، 9/154، حدیث: 8771 ❼ السنۃ لابن ابی عاصم، ص 190، حدیث: 834 ❽ بخاری، 4/255، حدیث: 6532 ❾ معجم اوسط، 1/535، حدیث: 1976 ❿ موسوعہ ابن ابی الدنیا، 6/211، حدیث: 188 ⓫ ابن حبان، 9/216، حدیث: 7291 ⓬ النہایہ فی الفتن والملاحم، 1/342 ⓭ اکمال المعلم، 8/392، تحت الحدیث: 2864 ⓮ مراۃ المناجیح، 7/372 ⓯ مسلم، ص 1531، حدیث: 2864 ⓰ مسلم، ص 1531، حدیث: 2864 ⓱ تفسیر مجاہد، ص 711 ⓲ مصنف عبد الرزاق، 10/338، حدیث: 21014 ⓳ فتح الباری، 12/337، تحت الحدیث: 6532

شعبہ ماہنامہ خواتین

حضور کی والدہ ماجدہ

(تیرہویں اور آخری قسط)

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے سے جو آخری بات کی تھی، وہ پچھلی قسط میں بیان ہو چکی ہے، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا نے وفات کے وقت جو باتیں ارشاد فرمائیں وہ اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ آپ اللہ پاک کو ایک ماننے والی اور دینِ ابراہیمی کو فالو کرنے والی تھیں، نیز آپ کو اپنے بیٹے کی نبوت پر یقین تھا۔ جیسا کہ سیدہ آمنہ کی یہ بات نقل کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ رضویہ شریف میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کا مفہوم کچھ یوں ہے: حضرت خاتون آمنہ رضی اللہ عنہا نے دنیا سے رُخصت ہوتے وقت اپنے لختِ جگر (بیٹے) کو جو پاک وصیت کی اَلحمدُ لِلّٰہ! ان الفاظ سے توحید کا اقرار اور شرک کی نفی بالکل واضح معلوم ہو رہی ہے، اس کے ساتھ دینِ اسلام اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی ملتِ پاک کا بھی پورا اقرار موجود ہے۔ بلاشبہ یہ ایمانِ کامل ہے، پھر اس سے بالاتر حضور پُر نور سید المرسلین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی رسالت کا بھی اعتراف موجود اور وہ بھی اس وضاحت کے ساتھ کہ آپ کی بعثت عام ہو گی اور آپ ہر علاقے و ہر فرد کے نبی ہوں گے۔[1]

ان اشعار کے بعد سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے مزید ارشاد فرمایا: كُلُّ حَيٍّ مَيِّتٌ وَكُلُّ جَدِيدٍ بَالٍ، وَكُلُّ كَبِيرٍ يَفْنَى وَاَنَا مَيِّتَةٌ وَذِكْرِي بَاقٍ وَقَدْ تَرَكْتُ خَيْرًا وَوَلَدْتُ طُهْرًا.

"یعنی ہر زندہ نے مرنا ہے، ہر نئی چیز پرانی ہو جائے گی اور ہر بڑی چیز ختم ہو جائے گی۔ میں تو مر رہی ہوں لیکن میرا ذکر باقی رہے گا۔ میں خیر و بھلائی چھوڑ کر جا رہی ہوں، میں نے ایک پاکیزہ بچے کو جنم دیا ہے۔" یہی وہ آخری باتیں تھیں جو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی زبانِ مبارک سے ادا ہوئیں اور اس کے بعد آپ اس دنیا سے رُخصت ہو گئیں۔[2]

اعلیٰ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی یہ باتیں نقل کرنے کے بعد گویا فرماتے ہیں: سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے ان الفاظ میں جس ایمانی فراست اور نورانی پیشین گوئی کا تذکرۂ خیر فرمایا ہے وہ انتہائی قابلِ غور ہے کہ میں تو اس جہانِ فانی سے کوچ کرتی ہوں مگر میرا ذکرِ خیر ہمیشہ باقی رہے گا۔ کیونکہ عرب و عجم کی ہزاروں شہزادیاں، بڑی بڑی تاج والیاں خاک کا پیوند ہوئیں جن کا نام تک کوئی نہیں جانتا، مگر اس طیبہ خاتون کے ذکرِ خیر سے مشرق و مغرب میں محافل و مجالس کے اہتمام سے زمین و آسمان گونج رہے ہیں اور ابدُ الآباد تک گونجیں گے۔[3] اِن شاءَ اللہ

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے اس آخری سفر کا واقعہ سنانے والی خاتون حضرت اسماء بنتِ رہم رضی اللہ عنہا کی والدہ ہیں، وہ مزید فرماتی ہیں: جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی تو ہم نے جنات کی آوازیں سنیں جو ان کے انتقال پر نوحہ کر رہے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

نَبْكِي الْفَتَاةَ الْبَرَّةَ الْاَمِينَهْ
ذَاتَ الْجَمَالِ الْعِفَّةَ الرَّزِينَهْ

یعنی ہم اس شان والی خاتون کی موت پر رو رہے ہیں جو احسان کرنے والی، امانت دار، خوبصورت، پرہیز گار اور بلند مرتبے والی تھیں۔

زَوْجَةَ عَبْدِ اللهِ وَالْقَرِينَهْ

أُمَّ نَبِيِّ اللهِ ذِي السَّكِينَهْ

یعنی حضرت عبد اللہ کی بیوی اور ساتھی تھیں، باوقار خاتون اور اللہ پاک کے نبی کی ماں تھیں۔

وَصَاحِبِ الْمِنْبَرِ بِالْمَدِينَهْ

صَارَتْ لَدَى حُفْرَتِهَا رَهِينَهْ

جو مدینے میں منبر پر ظاہر ہوں گے۔ جبکہ آپ کی والدہ قبرِ مبارک میں آرام فرما ہوں گی۔[4]

سُبُلُ الْہُدیٰ وَالرَّشاد میں مزید یہ اشعار بھی نقل ہیں:

لَو فُودِيَت لَفُودِيَت ثَمِينَهْ

وَلِلْمَنَايَا شَفْرَةٌ سَنِينَهْ

یعنی اگر ان کا فدیہ ادا کیا جاتا تو ان کا فدیہ انتہائی قیمتی ہوتا، مگر آہ! اموات کے پاس تیز چھری ہوتی ہے۔

لَا تُبْقِي ظَعَّانًا وَلَا ظَعِينَهْ

اِلَّا اَتَتْ وَقَطَّعَتْ وَتِينَهْ

جو کسی مرد کو چھوڑتی ہے نہ کسی عورت کو، بلکہ اس کے پاس آتی ہے اور اس کی شہ رگ کو کاٹ کر رکھ دیتی ہے۔

اَمَّا هَلَكْتِ اَيُّهَا الْحَزِينَهْ

عَنِ الَّذِي ذُو الْعَرْشِ يُعْلِي دِينَهْ

اے (اپنے بیٹے کو دنیا میں اکیلے چھوڑ جانے پر) غم میں مبتلا ہونے والی خاتون! آپ کی موت کا حکم عرش کے مالک کی طرف سے ہے، (لہٰذا بے فکر رہیں) وہی آپ کے بیٹے کے دین کو غلبہ عطا فرمائے گا۔

فَكُلُّنَا وَالِهَةٌ حَزِينَهْ

تَبْكِيكِ لِلْعُطْلَةِ اَوْ لِلزِّينَهْ

وَلِلضَّعِيفَاتِ وَلِلْمِسْكِينَهْ

ہم سب غم زدہ و افسردہ ہیں، آپ کی جدائی و فراق پر رو رہے ہیں۔ ہمیں ہر کمزور اور ناتواں عورت کی موت (پر آپ کی یاد) رُلایا کرے گی۔[5]

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا جب مکے شریف واپسی کے دوران اَبوا کے مقام پر انتقال ہو گیا اور حضور اکیلے رہ گئے تو آپ کی خادمہ حضرت اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا نے اپنی ہمت کو جمع کیا اور حضور کو ایک ماں کی طرح اپنے دامن میں سمیٹ کر واپس مکہ لے آئیں۔ جب آپ مکے شریف پہنچیں اور حضور کو ان کے دادا حضرت عبد المطلب کے حوالے کیا تو اس وقت تک حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کو پانچ دن گزر چکے تھے۔ اس وقت حضور کو دیکھ کر حضرت عبد المطلب کا دل اتنا دُکھا اور انہیں اتنا صدمہ ہوا کہ اپنے بیٹے یعنی حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبد اللہ کی موت کا بھی اتنا صدمہ نہ ہوا تھا۔[6] انہوں نے حضور کو اپنے سینے سے لگالیا اور پھر ہمیشہ اپنے قریب رکھتے اور کوشش فرماتے کہ آپ کبھی ان کی آنکھوں سے دور نہ ہوں۔[7]

حضرت اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا اگرچہ باندی تھیں اور حضور کو اپنے والدِ ماجد کی میراث میں ملی تھیں، مگر اللہ پاک نے ان کے دل میں حضور کی محبت اس طرح کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی گویا کہ وہی ان کی ماں ہوں یعنی اللہ پاک نے اپنے محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو ایک ماں کی شفقت سے محروم فرمایا تو اس کے بدلے حضرت اُمِّ ایمن کی شکل میں ایک اور ماں بھی عطا فرمائی کہ بعد میں حضور جب بھی انہیں دیکھتے تو فرمایا کرتے: اَنْتِ اُمِّی بَعْدَ اُمِّی یعنی میری سگی ماں کے انتقال کے بعد آپ ہی میری ماں ہیں۔[8]

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! اس قسط کے ساتھ ہی حضور کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی سیرت کا تذکرہ اپنے اختتام کو پہنچا، ان شاء اللہ اگلی قسط میں والدینِ مصطفےٰ کے اسلام کے بارے میں اہم باتیں ذکر کی جائیں گی۔

---

1 فتاویٰ رضویہ، 30/ 302 (رضا فاؤنڈیشن) 2 المواھب اللدنیہ، 1/ 89 3 فتاویٰ رضویہ، 30/ 303 (رضا فاؤنڈیشن) 4 خصائص کبریٰ، 1/ 136 5 سبل الہدیٰ والرشاد، 2/ 121 6 سیرت حلبیہ، 1/ 154 7 دلائل النبوۃ لابی نعیم، ص 94 8 سیرت حلبیہ، 1/ 154 ملخصاً

کے معجزات و عجائبات (قسط 11)

شعبہ ماہنامہ خواتین

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! حضرت یوسف علیہ السّلام کے معجزات و عجائبات کا سلسلہ جاری ہے۔ چونکہ آپ کی زندگی کے چند اہم پہلوؤں کو قرآنِ کریم میں بھی بیان کیا گیا ہے تاکہ حقیقت جاننے والے ان سے نصیحت حاصل کریں، لہٰذا اس سلسلے میں کبھی کوئی ایسی بات بھی شاملِ مضمون کر دی جاتی ہے۔ چنانچہ اسی سلسلے کی ایک کڑی یہ بھی ہے کہ جسے قرآنِ کریم میں یوں بیان کیا گیا ہے: وَ اسْتَبَقَا الْبَابَ وَ قَدَّتْ قَمِیْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ (پ12، یوسف:25) ترجمہ کنز العرفان: اور وہ دونوں دروازے کی طرف دوڑے اور عورت نے ان کی قمیص کو پیچھے سے پھاڑ دیا۔ اس واقعے کے تحت امام غزالی نے بڑی ہی خوبصورت و عبرت دلانے والی بات ذکر کی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السّلام نے اس وقت دو قمیصیں پہنی ہوئی تھیں، ایک قمیص وہ تھی جو آپ کو حضرت یعقوب علیہ السلام نے پہنائی تھی اور دوسری وہ تھی جو زلیخا نے خاص آپ کے لئے زر و جواہر سے تیار کروائی تھی۔ چنانچہ زلیخا کے ہاتھ میں وہی قمیص آئی تھی جو اسی کی تیار کی ہوئی تھی، جبکہ حضرت یعقوب علیہ السلام والی قمیص پھٹنے سے محفوظ رہی۔ یہی حال ہر مسلمان کا ہے کہ یہ بھی دو طرح کی قمیصیں پہنے ہوئے ہوتا ہے، ایک قمیص عرفانِ الٰہی کی ہوتی ہے جو اسے اللہ پاک اپنے خاص کرم سے عطا فرماتا ہے، جبکہ دوسری قمیص طاعت و بندگی کی ہوتی ہے جو بندہ اپنی کوشش سے حاصل کرتا ہے۔ لہٰذا جب شیطان بندے کو راہِ خدا سے بھٹکانے کیلئے خوبصورت جال پھیلاتا ہے اور بندہ اس کے قابو میں نہیں آتا اور بارگاہِ الٰہی کی طرف لے جانے والے دروازے کی طرف بھاگنے لگتا ہے تو شیطان بھی اس کے پیچھے بھاگتا ہے اور کبھی کبھی بندے کا لباس اس کے ہاتھ میں آکر تار تار ہو جاتا ہے۔ یہ وہی قمیص ہے جو بندے نے اپنی کوشش سے حاصل کی ہوتی ہے۔ البتہ! اللہ پاک کی عطا کردہ معرفت کی قمیص کبھی شیطان کے ہاتھ نہیں لگتی اور وہ ہمیشہ محفوظ رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بندہ شیطان سے بھاگ کر رب کے دروازے پر پہنچتا ہے تو دروازہ خود بخود کھل جاتا ہے اور اس کا مالک اس کا رب اسے اپنی حفاظت میں لے لیتا ہے۔ (1)

یہاں چونکہ حضرت یوسف علیہ السّلام کی مکمل سیرت بیان کرنا مقصود نہیں، بلکہ آپ کی سیرت کی صرف ان باتوں کو ہی ذکر کیا جا رہا ہے جن سے آپ کے معجزات و عجائبات کا علم ہوتا ہے۔ چنانچہ امام غزالی رحمۃُ اللہِ علیہ حضرت یوسف علیہ السّلام کی

زندگی کے کئی پہلوؤں کو سورۂ یوسف کی روشنی میں بیان کرنے کے بعد نقل فرماتے ہیں کہ جب حضرت یوسف علیہ السّلام کو قید کر دیا گیا تو آپ کے اچھے سلوک سے وہاں کے باقی تمام قیدی انتہائی متاثر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب نان بائی اور ساقی نے آپ کو اپنے خواب سنائے تو آپ نے ان کے خوابوں کی جو تعبیر بتائی تو انہوں نے عرض کی: تعبیر کے سچے ہونے کی کیا نشانی ہے؟ اس پر آپ نے فرمایا: آج تمہارے لئے کھانے میں فلاں چیز آئے گی، اس کی مقدار یہ ہو گی اور رنگ یہ ہو گا۔ چنانچہ جب کھانا آیا تو وہ ویسا ہی اور اتنا ہی تھا جیسا آپ نے بیان کیا تھا۔ اس پر ساقی نے عرض کی: آپ کو یہ علم کس نے سکھایا؟ ارشاد فرمایا: یہ علم مجھے میرے رب نے سکھایا ہے۔ پھر آپ علیہ السّلام نے قید خانے کے لوگوں کی اللہ پاک کے ایک ہونے پر ایمان لانے کی دعوت دی تو آپ علیہ السّلام کی برکت سے اور آپ سے متاثر ہو کر ساقی، نان بائی اور باقی سب قیدی بھی ایمان لے آئے۔ چنانچہ

جب سب قیدی ایمان لے آئے تو حضرت یوسف علیہ السّلام نے ان سے فرمایا: تم لوگ میرے ساتھ قید رہنا چاہتے ہو یا یہاں سے چھوٹنا چاہتے ہو؟ جیل میں اس وقت 1400 قیدی تھے، ان میں سے ہزار نے عرض کی: ہم یہاں سے جانا چاہتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: تو پھر سب یہاں سے نکل جاؤ۔ عرض کی: کیسے نکلیں؟ پاؤں میں زنجیریں ہیں اور گلے میں لوہے کا حلقہ! اگر چلے بھی گئے تو باہر موجود سپاہی ہمیں پہچانتے ہیں۔ کیونکہ ہم اسی شہر کے رہنے والے ہیں۔ اس پر حضرت یوسف علیہ السّلام نے فرمایا: میں اپنے خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمہاری صورتیں بدل دے تاکہ وہ تمہیں نہ پہچانیں۔ پھر آپ نے ان کی زنجیروں اور لوہے کے حلقوں کی طرف اشارہ کیا تو وہ فوراً ان کے ہاتھ پاؤں سے جدا ہو گئے، وہ لوگ قید خانے سے نکلے تو صورت بدل جانے کی وجہ سے کسی نے انہیں نہ پہچانا، جو سیاہ تھا وہ سفید ہو گیا اور جو سفید تھا وہ سیاہ ہو گیا اور جو سرخ تھا وہ زرد ہو گیا۔ جبکہ باقی سعادت مند لوگوں نے آپ کے ساتھ قید خانے میں رہنا پسند کیا۔

یہاں امام غزالی نے بڑا ہی خوب صورت نکتہ بیان کیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السّلام کے زمانے میں جو لوگ ان پر ایمان لائے ان کا رنگ بدل گیا تو کیا حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اُمّت میں سے جو لوگ توبہ کر لیں ان کے گناہ نیکیوں سے نہیں بدل جائیں گے![2]

حضرت یوسف علیہ السّلام جس جگہ قید تھے، وہاں دیوار میں ایک ایسا سوراخ تھا، جہاں سے حضرت یوسف علیہ السّلام تو باہر دیکھ سکتے تھے مگر باہر سے کوئی بھی آپ کو نہ دیکھ سکتا۔ ایک مرتبہ ملکِ شام سے ایک قافلہ آیا، جس میں گاؤں میں رہنے والا شِمرذل ایک شخص بھی تھا جس کے پاس کنعان کی اونٹنی تھی، اس اونٹنی نے اس سوراخ سے حضرت یوسف علیہ السّلام کو دیکھ و پہچان لیا اور عرض گزار ہوئی: میں آپ کے وطن سے تعلق رکھتی ہوں اور مجھے معلوم ہے کہ آپ کے والد آپ کے غم میں انتہائی کمزور ہو چکے ہیں۔ یہ سن کر حضرت یوسف علیہ السّلام کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، اتنے میں شمرذل نے اونٹنی کو یوں دیوار کی طرف منہ کر کے آوازیں نکالتے دیکھا تو وہ اسے مارنے کے لئے ہاتھ میں لاٹھی پکڑے بھاگا، مگر جیسے ہی قریب پہنچا تو زمین میں پنڈلی تک دھنس گیا۔ حضرت یوسف علیہ السّلام یہ سب دیکھ رہے تھے، انہوں نے اسے پکارا: اے اعرابی! اپنے ہاتھ سے لاٹھی پھینک دے۔ اس نے لاٹھی پھینکی تو زمین نے بھی اسے فوراً آزاد کر دیا۔ چنانچہ وہ بھی اونٹنی کی طرح جب اس سوراخ کے نیچے آ کر کھڑا ہو گیا تو حضرت یوسف علیہ السّلام نے اس سے فرمایا: تجھے پیدا کرنے والے خدا کی قسم! کیا تو کنعان کے اس بڑے درخت کو جانتا ہے جس کی 12 شاخیں تھیں، مگر اس کی ایک شاخ کٹ گئی جو سب سے بہترین تھی تو وہ آج تک اس کے غم میں مبتلا ہے؟ یہ سن کر وہ اداس ہو گیا اور بولا: ہاں! میں جانتا ہوں کہ جیسا آپ فرما رہے ہیں ویسا ہی ہے اور وہ بڑا درخت حضرت یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہمُ السّلام ہیں۔ یہ سن کر حضرت یوسف پھر رونے لگے تو وہ بھی رونے لگا۔ پھر آپ علیہ السّلام نے کچھ دیر بعد اس اعرابی سے مصر آنے کی وجہ پوچھی تو اس نے عرض کی: تجارت کے لئے آیا ہوں۔ پوچھا: ایک دن میں کتنا نفع کمانا چاہتے ہو؟ عرض کی: ایک دینار۔ آپ نے اسے سُرخ یاقوت سے بنا ہوا ایک کنگن دیتے ہوئے فرمایا: یہ کنگن لے لو، اس کی مالیت 20 ہزار دینار ہے۔ بس میرا یہ کام کر دینا کہ جب واپس کنعان جاؤ تو رات کا انتظار کرنا، پھر اس ہستی کے پاس جا کر کہنا کہ مصر میں قید ایک پردیسی غلام نے آپ کو سلام کہا ہے۔ چنانچہ وہ اعرابی آپ کے ارشاد کے مطابق جب حضرت یعقوب علیہ السّلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو انہیں اس سے بڑی ہی اچھی خوشبو آ رہی ہے۔[3]

❶ بحر المحبہ، ص95 ❷ ص113 ❸ ص115

(69)

ہاتھ جس سمت اُٹھا غنی کر دیا

موجِ بحرِ سَماحَت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: **بحرِ سماحت: جود و سخاوت کا سمندر۔**

مفہومِ شعر: حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا مبارک ہاتھ جس طرف اُٹھ گیا غنی کرتا گیا جود و سخاوت کے اس سمندر کی موجوں پہ لاکھوں سلام۔

شرح: موجِ بحرِ سماحت: اعلیٰ حضرت نے اس شعر میں اللہ پاک کے آخری نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی شانِ سخاوت کو بیان فرمایا ہے کہ جب حضور کسی کو نوازتے ہیں تو اتنا عطا فرماتے ہیں کہ اسے محتاجی کا ڈر ہی نہیں رہتا۔ جیسا کہ حضور کے بہت بڑے دشمن اُمَیَّہ بن خَلَف کا فر کا بیٹا صَفوان بن اُمَیَّہ جب مقام جِعْرانہ میں حاضر دربار ہوا تو آپ نے اس کو اتنے زیادہ اونٹ اور بکریاں عطا فرمائیں کہ دو پہاڑیوں کا درمیانی میدان بھر گیا۔ چنانچہ صفوان مکہ جا کر چِلّا چِلّا کر اپنی قوم سے کہنے لگا: اے لوگو! اسلام لے آؤ۔ محمد اس قدر زیادہ مال عطا فرماتے ہیں کہ محتاجی کا کوئی ڈر ہی باقی نہیں رہتا۔ اس کے بعد صفوان خود بھی مسلمان ہوگئے۔[1] یہی نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی سخاوت کا دریا سب سے زِیادہ اس وقت جوش پر ہوتا، جب رَمَضان میں آپ سے جبرئیلِ امین ملاقات کے لئے حاضِر ہوتے، اس وقت حضور تیز چلنے والی ہوا سے بھی زیادہ سخاوت فرماتے۔[2]

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا

نہیں سُنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

دَھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا

تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا

اغنیا پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا

اصفیا چلتے ہیں سر سے وہ ہے رستہ تیرا

(70)

جس کو بارِ دو عالَم کی پروا نہیں

ایسے بازو کی قُوّت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: **بار: بوجھ، وزن۔ قوت: طاقت۔**

مفہومِ شعر: حضور کے ان مقدس بازؤں کی طاقت پہ لاکھوں سلام کہ جن کو دونوں جہانوں کے بوجھ کی کوئی پروا نہیں۔

(71)

کعبۂ دین و ایماں کے دونوں ستوں

ساعِدَینِ رسالت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: **ساعدین: دونوں کلائیاں۔**

مفہومِ شعر: حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم دین و ایمان کے کعبہ کی حیثیت رکھتے ہیں، چنانچہ آپ کے جن مضبوط بازؤں نے آپ کی رسالت کا بوجھ سنبھالا ان کی عظمت پہ لاکھوں سلام۔

شرح: اعلیٰ حضرت نے ذکر کئے گئے دونوں اشعار میں حضور کے بازؤں اور کلائیوں سے عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے بازو دراز، گوشت سے بھرے ہوئے[3] اور انتہائی سفید و چمک دار تھے۔[4] یہ تو ان کی ظاہری خوبصورتی تھی، مگر اللہ پاک نے اپنے محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے بازؤں کو ایسی قدرت و طاقت عطا فرمائی کہ آپ دونوں جہاں میں تَصَرُّف فرمالیتے اور اس کا اظہار کئی مواقع پر دیکھنے میں بھی

آیا، مثلاً بخاری شریف کی روایت کے مطابق ایک مرتبہ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نماز کے دوران ہاتھ بڑھا کر جنت کا خوشہ توڑنے لگے مگر پھر ارادہ بدل لیا۔[5] چنانچہ

اس روایت کی شرح میں مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو ربّ تعالیٰ نے وہ طاقت دی ہے کہ مدینہ میں کھڑے ہو کر جنت میں ہاتھ ڈال سکتے ہیں اور وہاں تصرُّف کر سکتے ہیں، جن کا ہاتھ مدینہ سے جنت میں پہنچ سکتا ہے کیا ان کا ہاتھ ہم جیسے گنہگاروں کی دَستگیری کے واسطے نہیں پہنچ سکتا؟[6]

دنیا میں آپ کے بازو کی طاقت بھی کئی مواقع پر دیکھنے میں آئی، مثلاً مشہور صحابیِ رسول حضرت جابر بن عبدُ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ (غزوۂ خندق کے موقع پر) خندق کھودتے وقت اچانک ایک ایسی چٹان ظاہر ہو گئی جو کسی سے نہ ٹوٹتی تھی۔ جب ہم نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے متعلق بتایا تو آپ اُٹھے، تین دن کا فاقہ تھا (یعنی 3 دن سے کھانا نہیں کھایا تھا) اور پیٹ مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا، آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے پھاوڑا مارا تو وہ چٹان ریت کے بُھر بُھرے ٹیلے کی طرح بکھر گئی۔[7] ایک اور روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ آپ نے اس چٹان پر تین مَرتبہ پھاوڑا مارا، ہر چوٹ پر اُس میں سے ایک روشنی نکلتی تھی اور اس روشنی میں آپ نے شام و ایران اور یَمَن کے شہروں کو دیکھ لیا اور اِن تینوں مُلکوں کے فتح ہونے کی صحابہ کو خوش خبری عطا فرمائی۔[8] اسی طرح مختلف روایات میں آتا ہے کہ مختلف اوقات میں تین مشہور پہلوانوں نے حضور کو کُشتی لڑنے کی دعوت دی تو آپ نے ان سب کو پلک جھپکنے میں زمین پر گرا دیا۔ ان تین پہلوانوں کے نام رُکانہ، ان کے بیٹے یزید اور ابُو الاَسْوَد جُمَحِی تھے۔ ان تمام پہلوانوں سے کُشتی کے یہ واقعات امام زُرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب شرحُ الزرقانی علی المواہب[9] میں تفصیل سے ذکر کئے ہیں۔

(72)

جس کے ہر خط میں ہے موجِ نورِ کرم
اس کفِ بحرِ ہمت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: **خط:** لکیر، نقش۔ **موج:** لہر۔ **کف:** ہتھیلی۔ **بحر:** سمندر۔ **ہمت:** طاقت۔

مفہومِ شعر: حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی مبارک ہتھیلی پہ لاکھوں سلام کہ جس کی ہر ہر لکیر نورِ کرم کی ایک لہر ہے اور جو ہمت و طاقت کا سمندر رہے۔

شرح: حضور کی مقدس ہتھیلیاں ایک قول کے مطابق ریشم سے زیادہ نرم و نازک تھیں۔[10] اور اتنی بابرکت تھیں کہ اگر کبھی حضور کسی گنجے آدمی کے سر پر ہاتھ پھیرتے تو اسی وقت اس کے بال نکل آتے۔ کسی درخت کا بیج بوتے تو وہ اُسی سال پھل دیتا۔[11] کسی کے سر پر اپنا مبارک ہاتھ رکھتے تو ہاتھ کے نیچے آنے والے بال کالے ہی رہتے، کبھی سفید نہ ہوتے۔[12] آپ اپنا مبارک ہاتھ کسی کے زخم پر رکھتے تو وہ فوراً ٹھیک ہو جاتا، ٹوٹی ہوئی ہڈی پر پھیرتے تو وہ فوراً جُڑ جاتی۔ جیسا کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدُ اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ دشمنِ رسول ابو رافع یہودی کو قتل کر کے واپس آرہے تھے کہ اُس کے مکان کی سیڑھی سے گر گئے اور اُن کی پنڈلی ٹوٹ گئی۔ وہ حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: اپنی ٹانگ کھولو۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنا پاؤں پھیلا دیا۔ حضور نے اس پر اپنا دستِ شفا پھیرا، آپ کے دستِ کرم پھیرتے ہی میری پنڈلی ایسی درست ہو گئی کہ گویا کبھی وہ ٹوٹی ہی نہ تھی۔[13]

---

1 شرح الزرقانی علی المواہب، 6 / 109 2 بخاری، 1 / 9، حدیث: 6 3 شمائل محمدیہ، ص 21، حدیث: 7 4 سبل الہدیٰ و الرشاد، 2 / 73 5 بخاری، 1 / 265، حدیث: 748 6 مراۃ المناجیح، 2 / 382 7 بخاری، 3 / 51، حدیث: 4101 8 شرح الزرقانی علی المواہب، 3 / 32، 31 9 شرح الزرقانی علی المواہب، 6 / 103، 102 10 بخاری، 2 / 489، حدیث: 3561 11 کشف الغمۃ، 2 / 64 12 خصائصِ کبریٰ، 2 / 138 13 مشکاۃ المصابیح، 2 / 382، حدیث: 5876

مدنی مذاکرہ

عورت کیلئے غیر مرد کا جوٹھا کھانا پینا کیسا؟

سُوال: عورت غیر مرد کا جُوٹھا کھا پی سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: عورت اگر لذّتِ شہوت کے سبب کھائے پیے گی تو گنہگار ہو گی اِسی طرح مرد بھی عورت کا جُوٹھا لذّت کے ساتھ نہیں کھا پی سکتا۔ چُنانچہ اَلنَّھْرُ الْفَائِق میں مجتبیٰ کے حوالے سے ہے: عورت کا جُوٹھا غیر مرد کے لئے اور مرد کا جوٹھا غیر عورت کے لئے پینا مکرُوہ ہے اِس وجہ سے نہیں کہ وہ جُوٹھا پاک نہیں بلکہ اس لذت کی وجہ سے جو پینے والے کو دوسرے سے حاصِل ہوتی ہے۔[1]

امام محمد غزالی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: جس کوزے سے کسی غیر عورت نے پانی پیا ہے تو قصداً اُس جگہ سے مُنہ لگا کر پانی پینا جہاں اس عورت نے مُنہ لگایا تھا دُرست نہیں ہے۔ اِسی طرح کسی پھل پر جہاں کسی عورت کا دانت لگا ہو اُس کا کھانا بھی جائز نہیں۔[2]

عورت کیلئے اپنے مُرشِد کا جُوٹھا کھانا پینا کیسا؟

سُوال: تو کیا عورت اپنے پیر و مُرشِد کا جُوٹھا بھی نہ کھائے پیے؟

جواب: بُزرگوں کا جُوٹھا تَبَرُّکاً کھانے یا پینے میں مُضایَقہ نہیں۔

صَدْرُ الشَّرِیْعَہ، بَدْرُ الطَّرِیْقَہ حضرتِ علّامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃُ اللہِ علیہ جُوٹھا کھانے پینے کے بارے میں تفصیل سے فرماتے ہیں: مَرد کو غیر عورت کا اور عورت کو غیر مَرد کا جُوٹھا اگر معلوم ہو کہ فُلانی یا فُلاں کا جُوٹھا ہے بطورِ لَذت کھانا پینا مکرُوہ ہے مگر اس کھانے، پانی میں کوئی کراہت نہیں آئی اور اگر معلوم نہ ہو کہ کِس کا ہے یا لذّت کے طور پر کھایا پیا نہ گیا تو کوئی حَرَج نہیں بلکہ بعض صُورَتوں میں بہتر ہے جیسے با شَرع عالِم یا دِیندار پیر کا جُوٹھا کہ اسے تَبَرُّک جان کر لوگ کھاتے پیتے ہیں۔[3]

میاں بیوی کے لئے ایک دوسرے کا جُوٹھا کھانا پینا کیسا؟

سُوال: کیا میاں بیوی ایک دوسرے کا جُوٹھا کھا پی سکتے ہیں؟

جواب: ہاں، اِس میں مطلقاً حَرَج نہیں خواہ لذّت کے ساتھ ہو یا بِغیر لذّت کے۔ حضرتِ عائشہ صِدّیقہ رضی اللہ عنہا سے رِوایت ہے، فرماتی ہیں کہ حیض کے زمانے میں، مَیں پانی پیتی پھر حُضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو دے دیتی تو جس جگہ میرا مُنہ لگا تھا حُضُور وہیں دَہَن مُبارَک رکھ کر پیتے اور حالتِ حَیض میں، مَیں ہڈّی سے گوشت نوچ کر کھاتی پھر حضور کو دے دیتی تو حُضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم اپنا دَہن شریف اس جگہ رکھتے جہاں میرا مُنہ لگا تھا[4]۔[5]

مومن کے جُوٹھے میں شِفا ہے

سُوال: گھروں میں یہ بھی تَصَوُّر ہوتا ہے کہ ہم کسی کا جُوٹھا نہیں کھائیں گے، اِس وجہ سے بھی کھانا ضائع ہونے کی مِقدار بڑھ جاتی ہے، اِس کا کیا حَل کیا جائے؟

جواب: منقول ہے: سُؤْرُ الْمُؤْمِنِ شِفَاءٌ یعنی مومن کے جُوٹھے میں شِفا ہے۔[6] ہمارے یہاں جُوٹھا پانی پھینک دیا جاتا ہے اور مسلمان کے جُوٹھے پانی کو پینے سے کراہیت کی جاتی ہے حالانکہ اِس میں شِفا کی بشارت ہے جبکہ فریش واٹر میں شِفا کی بشارت نہیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ اِس جُوٹھے میں معاذ اللہ بیکٹیریا اور جَراثیم لگ گئے لیکن دَر حقیقت وہ شِفا والا ہو جاتا ہے۔

افسوس! اب سوچیں بدل گئی ہیں۔ بعض لوگوں کے ضَرورت سے زیادہ دُنیوی تعلیم حاصِل کرنے کے سبب دماغ بہک جاتے ہیں اور پھر انہیں ہر چیز میں جَراثیم نظر آتے ہیں۔ مسلمان کے جُوٹھے میں بھی انہیں جَراثیم دِکھائی دیتے ہیں حالانکہ یہ باعثِ شِفا ہے۔ شِفا کی نیت سے جُوٹھا کھائیں پئیں گے تو اِن شاءَ اللہ ثواب ملے گا۔ اللہ کریم ہم سب کو عقلِ سلیم دے اور قرآن و حدیث کی تعلیمات حاصِل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ قرآنِ کریم کی تعلیم جتنی زیادہ حاصِل کریں اس کے پڑھنے میں ثواب ہی ثواب اور فائدہ ہی فائدہ ہے۔ فیضانِ سنَّت، جلد اوّل کے صفحہ 531 پر ایک واقعہ لکھا ہے کہ ڈاکوؤں کی ایک ٹیم اپنے مِشن یعنی ڈاکازنی پر جارہی تھی۔ راستے میں کسی ہوٹل میں یہ کہہ کر پڑاؤ کیا کہ ہم راہِ خُدا کے مجاہد ہیں۔ رات یہاں رُکیں گے اور پھر دِن میں جہاد پر روانہ ہو جائیں گے۔ چنانچہ صبح ہونے پر وہ چلے گئے۔ لوٹ مار کر کے پھر واپسی اسی ہوٹل میں آکر ٹھہرے۔ جاتے ہوئے انہوں نے ہوٹل کے مالک کا ایک بچہ دیکھا تھا جو بالکل اپاہج تھا، ہاتھ پاؤں اس کے بے کار تھے، چل پھر نہیں سکتا تھا لیکن واپسی پر انہوں نے دیکھا کہ وہ چل پھر رہا تھا، دوڑ رہا تھا۔ ان ڈاکوؤں نے اِس پر حیرانی کا اظہار کیا اور ہوٹل کے مالک سے پوچھا کہ یہ بچہ تو ہم نے مَعذور دیکھا تھا لیکن اب یہ صحیح ہو گیا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ ہوٹل کے مالِک نے بتایا کہ آپ لوگوں نے جو کھانا کھایا تھا، اس میں سے جو پلیٹ میں بچ گیا تو میں نے اس حُسنِ ظَن کی بنا پر کہ آپ نیک لوگ ہیں، اللہ کے راستے میں نکلے ہوئے ہیں وہ جُوٹھا کھانا اپنے اس بیٹے کو کھلا دیا تو آپ کے جُوٹھے کی بَرَکت سے میرا بچہ بالکل نارمل ہو گیا۔ ڈاکو یہ سُن کر رو پڑے اور انہوں نے اپنے گناہوں سے یہ سوچ کر توبہ کر لی کہ اللہ پاک اتنا مہربان ہے اور ہم لوگ کس قدر نافرمان ہیں کہ لوٹ مار میں لگے ہوئے ہیں۔[7]

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ فقط پیر صاحِب یا ہمارے فُلاں عالِم یا فُلاں خطیب صاحِب کا جُوٹھا ہی شِفا دے گا تو بیشک ان کا جُوٹھا بھی اچھا ہے، شِفا والا ہے لیکن عام مسلمان کے جُوٹھے میں بھی شِفا ہے۔[8]

مسلمان کا جُوٹھا کھانے پینے میں اَجر و ثواب

سُوال: کیا مسلمان کا جُوٹھا کھانے پینے میں اَجر و ثواب بھی ملتا ہے؟

جواب: فرمانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم ہے: اپنے مسلمان بھائی کا جُوٹھا پینا اَجر والا کام ہے اور جو اپنے بھائی کا جُوٹھا پیتا ہے اس کے لیے 70 نیکیاں لکھی جاتی ہیں، 70 گناہ مِٹائے جاتے ہیں اور 70 دَرَجات بلند کیے جاتے ہیں۔[9] اِس رِوایت سے اَندازہ لگائیے کہ مسلمان کے جُوٹھے پانی کی کیسی فضیلت ہے کہ اس کے پینے سے اتنی اتنی نیکیاں مِل رہی ہیں!

بعض لوگ اپنے مسلمان بھائی کا جُوٹھا کھانے پینے میں معاذ اللہ گِھن کھاتے ہیں حالانکہ اپنے مسلمان بھائی کا جُوٹھا کھانا پینا عاجزی والا کام ہے۔ لہٰذا مسلمان کے جُوٹھے کھانے پینے سے شَرمانے اور گِھن کھانے کے بجائے اسے اِستعمال کر لینا چاہیے۔ اگر سب مسلمان ایک دوسرے کا جُوٹھا کھا پی لینے کی عادت بنالیں تو ہمارے معاشرے سے تنگدستی اور غُربت میں اچھی خاصی کمی آجائے۔ لوگوں کو وافر مِقدار میں کھانا ملے گا اور مہنگائی پر بھی کنٹرول ہو گا کیونکہ مہنگائی اُس وقت ہوتی ہے جب خریداری زیادہ کی جاتی ہے، جب لوگ خریداری کم کریں گے تو دُکانوں پر اسٹاک پڑا رہے گا، بکے گا نہیں تو پھر یہ سستا کریں گے۔ بہر حال اللہ پاک اور اس کے رَسُول صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے اَحکامات پر عمل کرنے میں ہی دِینی و دُنیوی فوائد ہیں۔ اللہ کرے دِل میں اُتر جائے میری بات۔[10]

---

(1) نہر الفائق، 1/92 (2) کیمیائے سعادت، 2/560 (3) بہارِ شریعت، 1/341، حصہ: 2 (4) مسلم، ص138، حدیث: 692 (5) ملفوظاتِ امیرِ اہلِ سنت، 1/48، 47 (6) الفتاوی الفقہیۃ الکبری، 4/52 (7) کتاب القلیوبی، ص20 ماخوذاً (8) ملفوظات امیرِ اہلِ سنت، 1/389 (9) کنز العمال، 2/51، حدیث: 5745 (10) ملفوظاتِ امیرِ اہلِ سنت، 1/390، 389 ملتقطاً

اُمِّ میلاد عطّاریہ*

*نگران عالمی مجلس مشاورت
(دعوت اسلامی)

اپنے شوہر کا ساتھ دیں!

اسلام نے اپنے ماننے والوں کو نکاح کی صورت میں ایک بہترین اور مضبوط نظام عطا فرما کر میاں بیوی دونوں کو ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنے کا درس دیا ہے تاکہ افراط و تفریط سے پاک معاشرے کی بنیاد قائم رہے، اس سلسلے میں جہاں مرد کو اس بات کا پابند بنایا گیا کہ وہ اپنی بیوی کا خیال رکھے، اس کے حُقوق ادا کرے اور اس کے ساتھ مل کر اچھی زندگی گزارے وہیں خاتون کی ذمہ داری میں بھی یہ بات شامل کر دی گئی ہے کہ وہ بھی اپنے شوہر کے ساتھ اچھے انداز میں پیش آئے، اس کی ضرورتوں کا خیال رکھے اور اس کیلئے سکون کا سبب بنے، نہ یہ کہ اپنے شوہر پر بے جا مطالبوں کا اتنا بوجھ ڈال دے کہ وہ پریشان ہو کر اللہ پاک کی نافرمانی کرنے پر مجبور ہو جائے جو کہ ہلاکت کا سبب ہے، جیسا کہ ایک حدیثِ پاک میں ہے: لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اُس شخص کے علاوہ کسی دِین والے کا دین محفوظ نہ رہے گا جو اپنے دین کو لے کر ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ اور ایک سوراخ (غار) سے دوسرے سوراخ کی طرف بھاگے، اس وقت مَعِیْشَت کا حُصول اللہ پاک کو ناراض کئے بغیر نہ ہو گا، جب یہ صورتِ حال ہو گی تو آدمی اپنے بیوی بچّوں کے ہاتھوں ہلاکت میں پڑ جائے گا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یارسولَ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم! یہ کیسے ہو گا؟ آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: وہ اسے تنگیِ مَعِیْشَت پر عار (شرم) دِلائیں گے، اس وقت وہ اپنے آپ کو ہلاکت کی جگہوں میں لے جائے گا۔

(الزھد الکبیر للبیہقی، ص183، حدیث:439)

اس حدیثِ پاک میں مَردوں کے ساتھ ساتھ ان عورتوں کے لئے بھی نصیحت ہے جو اپنے شوہروں کو اُن کی آمدنی پر طرح طرح کے کوسنے دیتی ہیں، لہٰذا وہ اُن کی بے جا فرمائشیں پوری کرنے کے لئے حرام و حلال کی پروا نہیں کرتا اور ناجائز ذرائع اختیار کر کے اپنی قبْر و آخرت کو داؤ پر لگا دیتا ہے، حدیثِ پاک میں ہے: لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ آدمی کو اِس بات کی کوئی پروا نہ ہو گی کہ اُس نے (مال) کہاں سے حاصل کیا حرام سے یا حلال سے۔

(بخاری، 2/7، حدیث:2059)

حکیمُ الاُمّت حضرت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ اِس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں: یعنی آخر زمانہ میں لوگ دِین سے بے پروا ہو جائیں گے، پیٹ کی فکر میں ہر طرح پھنس جائیں گے، آمدنی بڑھانے، مال جمع کرنے کی فکر کریں گے، ہر حرام و حلال لینے پر دلیر ہو جائیں گے جیسا کہ آج کل عام ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، 4/229)

اس لئے خواتین کو چاہئے کہ اپنے شوہروں کو آزمائش میں نہ ڈالیں، ان پر زیادہ بوجھ نہ بنیں بلکہ ہر اعتبار سے ممکنہ صورت میں ان کی مدد کرنے کی کوشش کریں، نیز حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سیرتِ مبارکہ پر غور کریں کہ انہوں نے کس طرح مشکل سے مشکل وقت میں ہمارے پیارے آقا صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی ہر طرح سے مدد کر کے ایک مخلص، باوفا، خیر خواہ اور اطاعت گزار بیوی ہونے کا ثبوت دیا۔

اللہ پاک مسلمان خواتین کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا صدقہ عطا فرمائے اور ان کی سیرتِ مطہّرہ پر عمل کرنے کی سعادت عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ خَاتَمِ النَّبِیّٖن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

نومولود کی صفائی ستھرائی کا اہتمام

(قسط:7)

بنتِ محمد شیر اعوان عطاریہ
بی ایڈ، ایم ایس سی اکنامکس گولڈ میڈلسٹ (میانوالی)

صفائی ایمان کا حصہ ہے۔ مسلمان ہونے کے ناتے ہمیں اپنی اور اپنے بچوں کی جسمانی و روحانی پاکی کا خاص خیال رکھنا چاہئے کہ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: اَلطُّھُوْرُ نِصْفُ الْاِیْمَانِ یعنی صفائی نصف ایمان ہے۔[1]

صاف ستھرا رہنے سے انسان کئی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے، کیونکہ صفائی ستھرائی انسان کو صحت مند رکھتی اور اس کی شخصیت میں نکھار پیدا کرتی ہے۔ دعوتِ اسلامی کی مرکزی مجلسِ شوریٰ کے نگران حاجی محمد عمران عطاری ایک مضمون میں فرماتے ہیں: دینِ اسلام نے جہاں انسان کو کفر و شرک کی گندگی سے پاک کرکے عزّت عطا کی وہیں ظاہر و باطن کی پاکیزگی کی بلند تعلیمات کے ذریعے انسانیت کی شان بلند کی، بدن کی پاکیزگی ہو یا لباس کی ستھرائی، ظاہری شکل و صورت کی خوبی ہو یا طور طریقے کی اچھائی، مکان اور ضروری چیزوں کی صفائی ہو یا سواری کی دُھلائی، الغرض ہر چیز کو صاف ستھرا رکھنے کی دینِ اسلام میں تعلیم اور ترغیب دی گئی ہے۔[2]

یاد رہے! صفائی ستھرائی بڑوں سے زیادہ بچوں کیلئے ضروری ہے، کیونکہ بڑے اپنی دیکھ بھال خود کرسکتے ہیں، جبکہ بچوں کو دوسروں کی دیکھ بھال اور توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا ہر عمر کے بچے کی اچھی صحت اور اسے بیماریوں سے بچائے رکھنے کے لئے صفائی کا خیال رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ بالخصوص نومولود بچوں کو تو ہر لحاظ سے ماں کی توجہ درکار ہوتی ہے۔ کیونکہ جب بچّہ اس دنیا میں آتا ہے تو خون میں لت پت ہوتا ہے، اس کے پیدا ہونے کے بعد سے ہی اس کے ساتھ صفائی کا تعلق جُڑ جاتا ہے۔ پھر بچے کے سمجھدار ہونے تک اس کی صفائی ستھرائی اور اسے صفائی پسند بنانے کی ذمہ داری اس کے والدین و سرپرست ادا کرتے ہیں۔ چنانچہ بچوں کو صاف ستھرا رکھنے اور انہیں صفائی ستھرائی کا عادی بنانے کے لئے درج ذیل باتوں کا خیال رکھئے:

بدن کی صفائی: اللہ پاک نے ہمیں جو خوبصورت جسم عطا فرمایا ہے، اس کی خوبصورتی کو برقرار رکھنے کے لئے بہت توجہ کی ضرورت ہے۔ چنانچہ نومولود کے جسم کی صفائی کا خاص خیال رکھیے۔ بچے کے جسم کی صفائی کے لئے ایک الگ چھوٹا تولیہ رکھا جائے اور روزانہ صبح اٹھتے ہی اس کے چہرے اور ہاتھوں کو گیلے تولیے سے صاف کیجئے، بلکہ بہتر ہے کہ اس کے اعضائے وضو کو تازہ پانی سے صاف کیجئے اور بچہ کچھ بڑا ہو جائے کہ اعضائے وضو کو دھونا ممکن ہو تو اسی عمر سے اسے وضو کی برکتوں سے مالا مال کرنے کی کوشش کیجئے، اِن شاءَ اللہ اس عمر سے ہی بچوں کو وضو کا عادی بنانا شروع کریں گی تو وہ ہر طرح کی جسمانی و روحانی بیماریوں سے محفوظ رہیں گے۔ ☆ گرمیوں میں پابندی سے بچے کو نہلائیے، جبکہ سردیوں میں ہفتے میں 2 بار نہلانا بھی کافی ہے۔

لباس کی صفائی: صاف ستھرا لباس انسان کے تربیت یافتہ ہونے کا ثبوت ہوتا ہے۔ لہٰذا بچے کے لباس کا خاص خیال رکھیے اور موسم کے مطابق پابندی سے بچے کا لباس تبدیل کیجئے۔ ☆ استعمال شدہ لباس کو بروقت دھوئیے تاکہ ضرورت کے وقت مسئلہ نہ ہو۔ ☆ دودھ پینے والے بچے اکثر دودھ کی اُلٹی کر دیتے ہیں، اس لئے Bibs لگا کر رکھیے تاکہ کپڑے گندے نہ ہوں اور Bibs کو بھی وقت پر تبدیل کرتی رہیے۔

ناف کی صفائی: نوزائیدہ بچوں کی ناف / ناڑ کو اگر صاف نہ کیا جائے تو اس میں موجود مادہ جمنے لگتا ہے جس سے انفیکشن کا خطرہ رہتا ہے اور بچے مختلف قسم کی بیماریوں کا شکار ہو سکتے ہیں۔ مزید تفصیل کیلئے ماہنامہ خواتین ویب ایڈیشن مارچ 2023 کا شمارہ دیکھئے۔ چنانچہ ناف کو روزانہ پانی اُبال کر اور ٹھنڈا کر کے کاٹن بڈ کی مدد سے صاف کیجیے، اس سے انفیکشن ہونے کا خدشہ نہیں رہتا۔

ناک کی صفائی: بچوں کو نزلہ زکام ہونا معمولی بات ہے۔ کیونکہ موسم کی تبدیلی کے اثرات بچوں بڑوں سبھی کو متاثر کرتے ہیں۔ اس لئے بہتر ہے کہ ایک صاف ستھرا رومال بچے کے کپڑوں کے ساتھ ہی لگا دیا جائے تاکہ بہتی ناک کی فوری صفائی ہو سکے۔ بالخصوص جب گھر سے باہر جانے کا ارادہ ہو تو اضافی رومال یا ٹشو لازمی ساتھ رکھیے، تاکہ بچے اور ماں دونوں کو مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اس حوالے سے بے بی وائپس (گیلے ٹشوز) کا استعمال اس وقت زیادہ مفید ہے جب ناک خشک ہو کر جم جائے۔ چنانچہ اس کی صفائی کے لئے گیلے ٹشوز کا استعمال کیجئے، تاکہ بچے کو تکلیف نہ ہو۔

چند اہم باتیں: ☆ نومولود کے ناخن بہت جلدی بڑھ جاتے ہیں۔ چنانچہ بہتر ہے کہ ہر جمعہ والے دن سنت پر عمل کرنے کی نیت سے بچے کے ناخن ضرور کاٹیے۔ ☆ بچے کے ناخن، ہاتھ اور انگلیوں کے درمیانی حصے، کان اور اس کے پچھلے حصے میں اور ایسے ہی جسم کے دیگر حصے کہ جن پر اکثر میل جم جاتا ہے، صفائی میں ان کا خاص خیال رکھیے۔ ☆ بچے کے استعمال کی چیزیں جیسے فیڈر وغیرہ کی صفائی کا خاص خیال رکھا جائے اور روزانہ گرم پانی سے لازمی دھویا جائے۔ بلکہ بہتر ہے کہ ایک سے زائد فیڈرز ہوں تاکہ جب بچے کو بھوک محسوس ہو اور ایک فیڈر دھلی ہوئی نہ ہو تو دوسری فوراً کام آسکے۔ ☆ بچے کے جو کپڑے و بستر استعمال میں ہوں ان کی صفائی ستھرائی کا بھی خاص خیال رکھا جائے۔ ☆ بچے کا ڈائپر بروقت تبدیل کیجئے، ورنہ ریشز ہونے کا خطرہ ہے۔ بہتر ہے کہ بچے کی جلد کو rash سے بچانے کے لئے تیل یا ویزلین لگا کر نم رکھیے۔

ماں کے لئے چند ضروری باتیں: ☆ گیلے ہاتھوں سے بچے کو ہرگز نہ اٹھایا جائے کہ یوں اسے اُلجھن ہوتی ہے۔ لہٰذا بچے کو اٹھانے سے پہلے ہمیشہ ہاتھ تولیے سے خشک کر لئے جائیں۔ ☆ دودھ پلانے والی عورتوں کو بھی گرمی میں پسینے کی وجہ سے صفائی کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔ ☆ ڈائپر تبدیل کرنے کے بعد یا خود واش روم سے باہر آنے کے بعد ماں اپنے ہاتھ صابن وغیرہ سے اچھی طرح دھوئے۔ ☆ نزلے زکام کی صورت میں ماں خاص احتیاط کرے کہ بچے کو جراثیم نہ لگیں۔ ☆ ماں کو اگر بچہ سنبھالنے کے ساتھ گھر کے کام کاج بھی کرنا ہوں تو اس سلسلے میں خاص خیال رکھے کہ جب بھی بچے کو اٹھائے تو پہلے اپنا جائزہ لے لے کہ اس کے ہاتھ وغیرہ صاف ہیں، تاکہ بچے کے لئے کوئی مسئلہ نہ ہو۔

یاد رکھیے! ایک تحقیق کے مطابق اچھی صفائی ستھرائی والے گھروں میں پانچ برس سے کم عمر کے بچوں کے قد میں آدھے سینٹی میٹر کے اضافے کے شواہد ملے ہیں۔ چنانچہ بچوں کی صفائی کے علاوہ اپنی اور اپنے آس پاس کی صفائی کا بھی خوب خیال رکھیے کہ اسلام نے ہمیں ہر اس چیز یا کام سے بچنے کا حکم دیا ہے جس سے لوگ نفرت محسوس کریں۔[3] چھوٹے بچے ہر کسی کو اچھے لگتے ہیں لیکن اگر بچوں کے کپڑے گندے ہوں یا Bibs میں سے بو آ رہی ہو یا وقت پر جسمانی صفائی نہ ہونے کی وجہ سے جسم پر میل کچیل جمع ہو گئی ہو یا نزلہ زکام کی وجہ سے ناک خوب بہہ رہی ہو یا جم چکی ہو تو کوئی بھی اسے اچھا نہیں سمجھتا بلکہ بعض نازک طبیعت کے لوگ تو گِھن محسوس کرتے ہیں اور بچے کے بجائے وہ اس کا خیال نہ رکھنے والی ماں وغیرہ کو کوستے ہیں۔

---

1 ترمذی، 5 / 308، حدیث: 3530 2 ماہنامہ فیضان مدینہ، اکتوبر 2019، ص 1
3 فیض القدیر، 1 / 249، تحت الحدیث: 257

ازواجِ مصطفےٰ

سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی علمی شان (قسط 3)

اللہ پاک کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی زوجہ اُمُّ المومنین سیدہ خدیجۃُ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی خصوصیات میں سے ایک اہم خاصیت یہ بھی ہے کہ آپ زمانہ جاہلیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی مقدس کتاب توریت شریف کی زبردست عالمہ تھیں اور اس میں موجود احکامات کو بھی خوب اچھی طرح جانتی تھیں، یہاں تک کہ آپ کی اس علمی شان و شوکت کو تمام لوگ تسلیم کرتے تھے۔ جیسا کہ حکیمُ الاُمَّت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بی بی خدیجہ اور (ان کے چچازاد بھائی) وَرَقہ (بن نوفل) مکہ بلکہ عرب میں بڑے مُعَزَّز (عزت دار) عُلَمَا میں سے مانے جاتے تھے۔[1] حضور کے اعلانِ نبوت سے پہلے ہی آپ کو خدا کے بخشے ہوئے علم اور بعض اہلِ کتاب کی زبانی معلوم ہو چکا تھا کہ اس امت کے نبی کا جلد ہی ظہور ہونے والا ہے، مثلاً ایک مرتبہ ملکِ شام سے آئے ہوئے ایک یہودی یا عیسائی نے ایک خاص موقع پر بیت اللہ شریف میں جمع ہونے والی عورتوں کو پکار کر کہا: اے قریش کی عورتو! جلد ہی تم میں احمد نام کا ایک نبی ظاہر ہو گا، تم میں سے جو عورت بھی ان کی بیوی بننے کا شرف حاصل کر سکتی ہو وہ ایسا ضرور کرے۔ یہ سن کر عورتوں نے اسے پتھر و کنکر مارے، بہت بُرا بھلا کہا اور نہایت بد زبانی کی لیکن حضرتِ خدیجہ رضی اللہ عنہا خاموش رہیں اور اس بات کو اپنے ذہن میں محفوظ کر لیا۔[2] چنانچہ اس کے بعد جب آپ کے غلام مَیسرہ نے آپ کو وہ نشانیاں بتائیں جو اس نے حضور کے ساتھ ملکِ شام کے تجارتی سفر میں دیکھی تھیں اور خود آپ نے بھی جو کچھ دیکھا تھا، اس کی وجہ سے آپ کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر اُس یہودی نے سچ کہا تھا تو وہ نبی یہی ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا آپ نے حضور سے نکاح کرنے کا سمجھداری والا فیصلہ کر لیا۔ جیسا کہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت خدیجہ توریت کی عالمہ تھیں اور علمائے (بنی) اسرائیل سے بھی آپ نے حضور کی یہ علامات سنی تھیں اس وجہ سے تو حضور سے نکاح کیا۔[3] پھر جب حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اپنی نبوت کا اعلان کیا تو سب سے پہلے آپ نے ہی لَبَّیْک کہا۔

سبحانَ اللہ! سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سیرت سے آج کی خواتین بہت کچھ سیکھ سکتی ہیں، آپ کی زندگی کا ہر پہلو ایسا ہے کہ اس پر آج کی خواتین کو عمل کرنا چاہئے، مثلاً آپ کی علمی شان کو ہی دیکھ لیجئے کہ شادی سے پہلے بھی پاکیزہ عالمہ تھیں، پھر جب شادی کے مقدس بندھن میں بندھیں اور دامنِ مصطفےٰ نصیب ہوا تو آپ کی علمی شان و شوکت کو مزید چار چاند لگ گئے جس کا ثبوت آپ کے شادی کے بعد کے حالات سے لگایا جا سکتا ہے۔ مگر افسوس! آج کی اکثر خواتین کو دیکھا گیا ہے کہ وہ شادی سے پہلے شرعی احکام سیکھتی ہیں نہ شادی کے بعد، حتی کہ انہیں اسلام کی بنیادی اور آسان باتوں کا بھی علم نہیں ہوتا۔ اگر بعض خواتین شادی سے پہلے شرعی احکام سیکھ بھی لیتیں اور ان پر کسی حد تک عمل بھی کرتی ہیں تو ان میں سے بھی ایک بڑی تعداد شادی کے بعد ناجائز فیشن، بے پردگی اور بے عملی کی دلدل میں دھنس جاتی ہے۔ اگر ایسی خواتین سیدہ خدیجہ کی پاک زندگی کا مطالعہ کریں گی تو جان لیں گی کہ شادی کے بعد حضور کی صحبت میں رہ کر آپ کی شان میں اتنا اضافہ

ہوا کہ خود اللہ پاک نے آپ کو سلام بھیجا، پھر جب آپ کو یہ سلام پہنچا تو جن خوبصورت الفاظ میں آپ نے اس سلام کا جواب دیا ان سے آپ کی علمی شان بھی واضح ہوتی ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حضرت جبریلِ امین علیہ السلام عرض گزار ہوئے: یارسولَ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! سیدہ خدیجہ ایک برتن میں کھانے پینے کے لئے کچھ لے کر آرہی ہیں۔ جب یہ آپ کے پاس آئیں تو انہیں اُن کے رب کا اور میرا سلام کہئے۔[4] جب سیدہ خدیجہ کو ربِّ کریم اور جبریلِ امین علیہ السلام کا سلام ملا تو آپ نے ان الفاظ سے جواب دیا: اِنَّ اللہَ ھُوَ السَّلَامُ وَعَلٰی جِبْرِیْلَ السَّلَامُ وَعَلَیْکَ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ یعنی اللہ پاک سلام ہے، جبریل اور آپ پر سلامتی، اللہ پاک کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔[5]

یقیناً یہ روایت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی علمی شان پر راہ نمائی کرتی ہے۔ کیونکہ آپ نے اللہ پاک کے سلام کے جواب میں اس طرح نہیں کہا: وَعَلَیْہِ السَّلَام (اُس پر سلامتی ہو) جیسا کہ بعض صحابہ کرام نے جب تَشَہُّدْ میں اَلسَّلَامُ عَلَی اللہِ پڑھا تو حضور نے انہیں منع کرتے ہوئے فرمایا: سَلَام تو اللہ پاک ہے۔ مگر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جان لیا کہ اللہ پاک کے سلام کا جواب اس طرح نہیں دیا جائے گا جس طرح مخلوق کے سلام کا جواب دیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ سَلَام تو اللہ پاک کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ نیز ان الفاظ کے ذریعے سلامتی کی دعا بھی دی جاتی ہے۔ گویا آپ نے کہا کہ میں عَلَیْہِ السَّلَام کیسے کہہ سکتی ہوں! کیونکہ سَلَام تو اللہ پاک کا ایک نام ہے اور اس سے سلامتی طلب کی جاتی ہے۔ چنانچہ آپ نے اسے مقامِ ربوبیّت کے لائق نہ جانتے ہوئے اللہ پاک کے سلام کے جواب میں اس کی حمد و ثنا بیان کی، پھر جبریل علیہ السلام اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بارگاہ میں جوابِ سلام عرض کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بھیجنے والے کے ساتھ ساتھ پہنچانے والے کو بھی سلام کا جواب دینا چاہئے۔[6] چنانچہ مکتبۃ المدینہ کی کتاب سنّتیں اور آداب میں ہے: اگر کسی نے آپ کو کہا: فلاں کو میرا سلام کہنا تو آپ خود اسی وقت جواب نہ دے دیں۔ آپ کا جواب دینا کوئی معنیٰ نہیں رکھتا بلکہ جس کے بارے میں کہا ہے اس سے کہیں کہ فلاں نے آپ کو سلام کہا ہے۔ اگر کسی نے آپ سے کہا کہ فلاں نے آپ کو سلام کہا ہے۔ اگر سلام لانے والا اور بھیجنے والا دونوں مرد ہوں تو یوں کہیں: عَلَیْکَ وَعَلَیْہِ السَّلَام اگر دونوں عورتیں ہوں تو کہیں عَلَیْکِ وَعَلَیْہَا السَّلَام اگر پہنچانے والا مرد اور بھیجنے والی عورت ہو عَلَیْکَ وَعَلَیْہَا السَّلَام اگر پہنچانے والی عورت ہو اور بھیجنے والا مرد ہو عَلَیْکِ وَعَلَیْہِ السَّلَام۔ (ان سب کا ترجمہ یہی ہے: تجھ پر بھی سلام ہو اور اس پر بھی۔)[7]

الغرض ہمیں چاہئے کہ ہم سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے اپنے دامن کو علم سے آراستہ کریں اور کم از کم اپنا رشتہ قرآنِ کریم سے ضرور مضبوط کریں، اس کی تلاوت کو اپنا معمول بنائیں اور قرآنی علوم و احکام کا خزانہ حاصل کرنے کیلئے مکتبۃ المدینہ سے شائع کردہ کتابوں کو پڑھیں۔ مثلاً تفسیر صراطُ الجنان، تفسیر سورۂ نور، تعلیماتِ قرآن، عجائبُ القرآن اور آیاتِ قرآنی کے انوار وغیرہ۔ یا پھر ممکن ہو تو قرآن و حدیث کی عالمہ بننے کے لئے دعوتِ اسلامی کے تحت قائم کسی بھی جامعۃ المدینہ گرلز میں داخلہ لے کر عالمہ کورس کر لیں یا پھر گھر بیٹھے فیضان آن لائن اکیڈمی (گرلز) سے عالمہ کورس یا مختلف دینی کورسز کر لیں اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو کم از کم اپنی بہن بیٹیوں، سہیلیوں، پڑوسنوں اور دیگر خواتین کو عالمہ کورس اور دیگر دینی کورسز میں داخل کروانے کی سعادت حاصل کر کے علم کو عام کرنے میں اپنا کردار ضرور ادا کریں۔

---

1 مراٰۃ المناجیح، 7/98 2 سبل الہدی والرشاد، 1/164 3 مراٰۃ المناجیح، 8/97
4 بخاری، 2/565، حدیث: 3820 5 سننِ کبریٰ للنسائی، 5/94، حدیث: 8359
6 فتح الباری، 8/117، تحت الحدیث: 3820 7 سنّتیں اور آداب، ص 20

رزق کا وارث کون؟

اُمِّ سلمہ عطاریہ مدنیہ
ملیر کراچی

پہلے کے بزرگانِ دین میں سے کسی نے سفر کا ارادہ کیا تو ان کے پڑوس کی عورتوں نے اس سفر کو ناپسند کرتے ہوئے ان کی بیوی سے کہا: تم ان کے سفر پر جانے میں کیوں راضی ہو گئ؟ حالانکہ انہوں نے تمہارے لئے کوئی نَفَقَہ (یعنی روٹی کپڑے وغیرہ کا خرچ) بھی نہیں چھوڑا! بیوی نے کہا: میں نے جب سے اپنے شوہر کو جانا ہے تو کھلانے والا ہی جانا ہے نہ کہ رزق دینے والا۔ رزق عطا کرنے والی ذات تو ربِّ کریم کی ہے۔ کھلانے والا چلا گیا، لیکن رزق عطا فرمانے والا موجود ہے۔ (1)

معلوم ہوا! ہماری بزرگ خواتین کا اللہ پاک کی ذات پر بھروسا پہاڑ سے بھی زیادہ مضبوط تھا اور دنیا والوں کی باتوں کی وجہ سے ڈگمگاتا نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کے کچھ عرصہ کے لئے گھر سے دور کہیں کسی کام سے چلے جانے کے بعد بھی یہ یقین رکھتی تھیں کہ ہر انسان کو اتنا ہی رزق ملتا ہے جتنا اس کے نصیب میں لکھا ہوتا ہے۔ چنانچہ پہلے زمانے میں ہماری بزرگ خواتین کی یہ عادت بھی تھی کہ جب ان کے گھر کا کوئی فرد کمائی کے لئے باہر نکلنے لگتا تو اس کی بیوی یا بیٹی اس سے کہتی: حرام کمائی سے بچنا، ہم بھوک و تکلیف تو برداشت کر سکتی ہیں، لیکن جہنم کی آگ نہیں برداشت کر سکتیں۔ (2) یعنی رزقِ حلال پر قناعت کرتے ہوئے حرام کھانے سے خود بھی بچتیں اور اپنے شوہروں اور بھائیوں کو بھی حرام سے بچنے اور حلال ذریعہ آمدنی اختیار کرنے کا ذہن دیتیں۔ چاہے کتنی ہی غربت کیوں نہ ہو، بھوکی رہنا تو برداشت کر لیتیں لیکن حرام مال کو گھر کے اندر نہ آنے دیتیں اور ایسا وہ اس لئے کرتی تھیں کہ انہیں معلوم تھا کہ بندوں کے رزق کا انتظام کرنا بندوں کا کام نہیں بلکہ اللہ پاک کا کام ہے، جیسا کہ ارشادِ باری ہے: وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (پ12، ھود:6) ترجمہ کنز العرفان: اور زمین پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو۔

افسوس! آج ہم اپنی بزرگ خواتین کے طریقہ کار کے بالکل اُلٹ چل رہی ہیں۔ آج بہت سی خواتین جہاں غربت میں بے صبری اور شکوے شکایات کرتی دکھائی دیتی ہیں تو وہیں بعض مالدار خواتین مزید کی خواہش کرتے ہوئے مہنگی چیزوں کی فرمائشیں کر کے اپنے شوہر، باپ یا بھائیوں کو حرام کمانے پر مجبور کر دیتی ہیں، جس کی وجہ سے گھروں میں آئے دن جھگڑے ہوتے رہتے ہیں اور زندگی سے اطمینان و سکون ختم ہو جاتا ہے۔ نیز گھریلو خواتین کے قناعت نہ کرنے یا ان کے اپنی بے جا خواہشات کا مطالبہ کرنے کی وجہ سے کمائی کرنے والے گھر کے مرد حضرات ذہنی ٹینشن کا شکار ہو کر بعض اوقات کوئی ایسا غلط قدم اٹھا لیتے ہیں جو ان کی دنیا و آخرت کی بربادی کا باعث بن جاتا ہے۔ لہٰذا ایسی خواتین کو چاہئے کہ وہ ہوش کے ناخن لیں اور صبر و شکر اور اطمینان و سکون والی زندگی گزارنے کے لئے ہمیشہ اللہ پاک کے عطا کردہ رزق پر راضی رہیں، آمدنی کے حساب سے خرچ کریں اور اپنی حیثیت کا دوسروں سے ہرگز مقابلہ کریں نہ گھر کے مردوں کو حرام کمانے پر مجبور کریں۔

اللہ پاک ہمیں قناعت کرنے اور حرام سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

1 احیاء العلوم، 2/75 2 احیاء العلوم، 2/75

اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل

1 حاملہ بیوہ کی عدت کی مدت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک عورت کے شوہر کا انتقال ہوا ہے اور وہ عورت حمل سے ہے معلوم یہ کرنا ہے کہ اس کی عدت کتنی ہو گی؟ اور اس کا دوسری جگہ نکاح کب تک کرسکتے ہیں ؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں عورت کی عدت بچہ پیدا ہونے تک ہو گی کیونکہ حاملہ کی عدت وضعِ حمل تک ہوتی ہے اور عدت گزرنے یعنی بچّہ پیدا ہونے کے بعد ہی اس کا دوسری جگہ نکاح ہو سکتا ہے، عدت کے دوران نکاح حرام ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم

مجیب	مصدق
محمد سعید عطّاری مدنی	مفتی فضیل رضا عطّاری

2 حیض والی کے لئے طوافِ رخصت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک خاتون اس سال حج پر گئی تھی، طواف زیارۃ کے بعد ان کی ماہواری کے ایام شروع ہوگئے، اور وہ طواف رخصت نہیں کرسکی، ان کی فلائٹ کا وقت آگیا، لہٰذا وہ خاتون، طواف رخصت کیے بغیر ہی پاکستان آگئی، اب سوال یہ ہے کہ ان پر دَم وغیرہ لازم ہو گا؟

نوٹ: ماہواری کے ایام پاکستان آنے کے بعد ختم ہوئے، نیز انہوں نے طوافِ زیارۃ کے بعد کوئی طواف نہیں کیا تھا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

طواف رخصت، آفاقی حاجی (جو میقات کے باہر سے حج کرنے آئے، اس) پر واجب ہے۔ البتہ حیض و نفاس والی عورت جب پاک ہونے سے پہلے مکہ کی آبادی سے باہر ہو جائے، تو اس پر یہ طواف اور اس کے بدلے دَم وغیرہ کچھ لازم نہیں ہوتا۔ صورتِ مسئولہ میں بھی چونکہ مذکورہ خاتون، مکہ مکرّمہ سے پاکستان واپس آنے تک حیض کی حالت میں تھی تو ان پر طواف رخصت واجب نہیں تھا لہٰذا طواف رخصت نہ کرنے کی وجہ سے ان پر دم وغیرہ کچھ لازم نہیں ہوا۔

نوٹ: طواف رخصت کو طواف صدر اور طواف وداع بھی کہتے ہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم

کتبـــــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطّاری

3 بیوہ چچی سے نکاح کا شرعی حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چچا کے فوت ہونے پر عدت کے بعد چچی سے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

قوانین شرعیہ کے مطابق چچی محرمات یعنی جن عورتوں سے نکاح حرام ہے ان میں شامل نہیں ہے ، لہٰذا حرمت کی کوئی اور وجہ مثلاً رضاعت یا مصاہرت وغیرہ نہ ہو، تو چچا کے فوت ہونے پر عدت کے بعد چچی سے نکاح ہو سکتا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم

مجیب	مصدق
محمد سرفراز اختر عطّاری	مفتی فضیل رضا عطّاری

شعبہ ماہنامہ خواتین

خواتین اور منتیں

(دوسری اور آخری قسط)

اللہ پاک نے اپنے اولیائے کرام کو بہت سی خوبیوں سے نوازا ہے، یہی وجہ ہے کہ مسلمان ان سے فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں اور ان کی وفات کے بعد ان کے مزارات پر جا کر فاتحہ و ایصالِ ثواب کا اہتمام کرتے ہیں، ان کے وسیلے سے اللہ پاک کی بارگاہ میں دعائیں کرتے ہیں اور اللہ پاک بھی ان کی دعائیں قبول فرماتا ہے، لیکن خیال رہے کہ مزارات پر مرد تو جا سکتے ہیں، خواتین کے لئے شرعاً اس کی اجازت نہیں، اگر خواتین بھی فیوض و برکات حاصل کرنا چاہتی ہیں تو انہیں چاہیے کہ گھر پر رہتے ہوئے ہی ان بزرگوں کے لئے فاتحہ و دعا کا اہتمام کریں، ان شاء اللہ بے شمار برکتیں نصیب ہوں گی۔

لیکن افسوس! منع ہونے کے باوجود بہت سی خواتین مزارات یا قبرستان جاتی ہیں، بلکہ مزارات پر حاضر ہونے کے علاوہ کچھ اس طرح کی منتیں بھی مانتی ہیں، مثلاً فلاں بزرگ کے مزار پر چادر چڑھائیں گی، دیگ پکائیں گی یا بانٹیں گی، اتنے لوگوں کو کھانا کھلائیں گی، کوئی مخصوص چڑھاوا چڑھائیں گی۔ مگر یاد رہے کہ شریعت نے کئی حکمتوں کی بنا پر خواتین کو مزارات پر حاضری کی اجازت نہیں دی۔ بلکہ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے روضۂ مبارکہ کے علاوہ قبروں کی زیارت کے لیے جانا عورتوں کے لیے مطلقاً منع ہے اگرچہ باپردہ ہو کر جائیں، خصوصاً اپنے کسی عزیز، رشتہ دار کی قبر پر جائے، تو اور زیادہ ممنوع ہے۔[1] اعلیٰ حضرت عورتوں کے قبرستان جانے کے متعلق فرماتے ہیں: اصح یہ ہے کہ عورتوں کو قبروں پر جانے کی اجازت نہیں۔[2] عورتیں مطلقاً (قبرستان جانے سے) منع کی جائیں کہ اپنوں کی قبور کی زیارت میں تو وہی جزع و فزع ہے اور صالحین کی قبور پر یا تعظیم میں حد سے گزر جائیں گی یا بے ادبی کریں گی کہ عورتوں میں یہ دونوں باتیں بکثرت پائی جاتی ہیں۔[3] چنانچہ جب خواتین کا مزارات وغیرہ پر جانا منع ہے تو وہاں جا کر دیگر کام کرنے کی یعنی مزار پر چادر چڑھانے، دیگ پکانے / بانٹنے کی اجازت کس طرح ہو سکتی ہے؟

اسی طرح بعض جگہ عورتوں میں بی بی فاطمہ کا معجزہ دلانے کی منت کا رواج عام ہے، جس میں جھوٹی روایات پڑھی جاتی ہیں، یہ بھی درست نہیں، ویسے بھی معجزہ انبیائے کرام کے ساتھ خاص ہے، غیرِ نبی سے کرامت واقع ہوتی ہے، اس رواج میں اس بات کی بھی پابندی کی جاتی ہے کہ صرف عورتوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے مردوں کو نہیں، یہ سوچ بھی درست نہیں۔ فتاویٰ رضویہ شریف میں ہے: حضرت خاتونِ جنت کی نیاز کا کھانا پردے میں رکھنا اور مَردوں کو نہ کھانے دینا، یہ عورتوں کی جہالتیں ہیں انہیں اس سے باز رکھا جائے۔[4]

بعض خواتین بچوں کے سر پر چوٹی رکھنے کی منت مانتی ہیں، حالانکہ لڑکے کے سر پر چوٹی رکھنا ناجائز ہے اور لڑکی کے سر پر ایسی چوٹی رکھنا ناجائز ہے کہ جو ہندوؤں کی چوٹیا ہو۔[5] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بعض عورتیں بچے کے سر پر اولیائے کرام کے نام کی چوٹی رکھتی ہیں اور اس کی کچھ میعاد مقرر کرتی ہیں، اس میعاد تک کتنی ہی بار بچے کا سر منڈے وہ

چوٹی بر قرار رکھتی ہیں، پھر میعاد گزرنے کے بعد مزار پر لیجا کر وہ بال اُتارتی ہیں، یہ ضرور محض بے اصل وبدعت ہے۔[6]

بعض جاہل عورتیں لڑکوں کے کان ناک چِھدوانے کی منت مانتی ہیں، اس سے بھی لازمی بچنا چاہیے۔

اسی طرح محرم میں بچوں کو فقیر بنانے اور (منّت کی) بِدّھی (یعنی پٹکا یا پھولوں کا ہار یا گلے میں پہننے کا ایک زیور) پہنانے اور مرثیہ کی مجلس کرنے اور تعزیوں پر نیاز دلوانے وغیرہ خرافات (یعنی بیہودہ رسموں) کی منّت سخت جہالت ہے ایسی منّت ماننی نہ چاہئے اور مانی ہو تو پوری نہ کرے اور ان سب سے بدتر شیخ سدّو کا مرغا اور کڑاہی ہے۔[7] اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: شیخ سدو کوئی بزرگ نہیں بلکہ ایک خبیث روح ہے۔[8]

بعض عورتیں منت مانتی ہیں کہ فلاں بزرگ کے نام کے اتنی تعداد میں نفل پڑھیں گی، قرآنِ پاک اتنی بار پڑھیں گی، مختلف اوراد و وظائف مثلاً آیتِ کریمہ، سورۂ یٰس، سورۂ رحمٰن وغیرہ مخصوص تعداد میں پڑھوائیں گی، حج کریں گی، روزہ رکھیں گی وغیرہ وغیرہ۔ ان کی خدمت میں عرض ہے کہ بزرگوں کے لئے ایصالِ ثواب کا سلسلہ کرنا یقیناً نیک عمل ہے۔ لیکن کسی ولی کے نام پر نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ادا کرنا اگر یوں ہو کہ ادا اللہ کے لئے ہو اور اس کا ثواب ولیوں کو ملے تو یہ جائز ہے، جبکہ فضول قسم کی قیدیں نہ ہوں۔[9] اعلیٰ حضرت سے سوال ہوا کہ اکثر عورتیں مولیٰ علی مشکل کشا کا روزہ رکھتی ہیں، یہ کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا: روزہ خاص اللہ پاک کے لیے ہے، اگر اللہ کا روزہ رکھیں اور اس کا ثواب مولیٰ علی کی نذر کریں تو حرج نہیں مگر اس میں یہ کرتی ہیں کہ روزہ آدھی رات تک رکھتی ہیں، شام افطار نہیں کرتیں، آدھی رات کے بعد گھر کے دروازے کھول کر کچھ دُعا مانگتی ہیں اُس وقت روزہ افطار کرتی ہیں، یہ شیطانی رسم ہے۔[10] بعض عورتیں شعبان کی 15 تاریخ کو منت کا روزہ رکھتی ہیں، اگر اس سے مراد یہ ہے کہ اس روزے کی برکت سے اللہ پاک ہماری کوئی جائز حاجت پوری کردے تو اچھی بات ہے۔[11] اسی طرح قربانی بھی اللہ کے لئے ہو اور اس کا ثواب جس مسلمان کو چاہیں ثواب پہنچا سکتی ہیں۔ نیز فوت شدہ والدین کی طرف سے نماز، روزہ، زکوۃ، حج وغیرہ کا فدیہ دیا جائے تو اور اچھا ہے۔[12]

نذر و نیاز برائے ایصالِ ثواب اور گیارہویں شریف وغیرہ جیسے جائز، مستحب اور اچھے کاموں کے متعلق بعض علاقوں میں بہت سی چیزیں جہالت کی وجہ سے رواج پاگئی ہیں جو جائز نہیں، مثلاً کوئی یہ کہے کہ اگر اُس نے گیارہویں کا دودھ نہ دیا تو اِس کی وجہ سے بھینس یا گائے مر جائے گی یا بیمار ہو جائے گی یا رزق کم ہو جائے گا، اولاد کی موت واقع ہو جائے گی، گھر میں نقصان ہو جائے گا۔ اِسی طرح کاروبار اور کھیتی میں زکوٰۃ اور عُشرِ شرعی وغیرہ سے الگ بزرگوں کی سالانہ شیرینی جو عوام میں رائج ہے یہ دینا شرعاً تو جائز ہے۔ لیکن نہ دینے پر طرح طرح کے وسوسے ذہن میں پال لینا کسی بھی طرح مناسب نہیں۔ اس طرح کی چیزیں جہالت کی وجہ سے فروغ پاتی ہیں اور لوگ ان باتوں کی وجہ سے نفع یا نقصان کا یقین کر لیتے ہیں، یہ درست نہیں۔ ایسی چیزوں سے بچنا بہت ضروری ہے۔ اسی طرح اہلِ بیت پاک کے اماموں کو ثواب پہنچانے کے لئے نیاز کا اہتمام کرنا بہت اچھا ہے، لیکن یہاں بھی بعض حالتوں میں حد سے زیادہ کمی یا زیادتی دیکھنے میں آتی ہے یعنی اس مستحب کام کو کرنے والے لوگ اگر نذر کی طرح اسے بھی فرض اور واجب سمجھ کر ادا کریں تو یہ درست نہیں۔ اسی طرح جو لوگ ثواب پہنچانے کے مستحب کاموں کو شرک یا حرام بتاتے ہیں، ان کا یہ عمل بھی شریعت کے خلاف ہے۔

---

1 ماہنامہ فیضان مدینہ، نومبر، 2019، ص 14 2 فتاویٰ رضویہ، 9/537 (رضا فاؤنڈیشن) 3 بہارِ شریعت، حصہ 4، 1/849 4 فتاویٰ رضویہ، 9/611 5 فتاویٰ مصطفویہ، ص 467 6 فتاویٰ افریقہ، ص 73 7 بہارِ شریعت، حصہ 9، 2/318 8 فتاویٰ رضویہ، 20/267 ملخصاً 9 رسم ورواج کی شرعی حیثیت، ص 177 10 فتاویٰ رضویہ، 10/653 11 رسم ورواج کی شرعی حیثیت، ص 178 12 رسم ورواج کی شرعی حیثیت، ص 177

امانت داری

بنتِ منصور
نیول کالونی کراچی

حقوق کی ادائیگی میں اسلامی تعلیمات کے جن باتوں کو مرکزی حیثیت حاصل ہے ان میں سے ایک امانت داری بھی ہے۔ قرآن میں اُخروی کامیابی پانے والے ایمان والوں کے اوصاف میں سے ایک وصف یہ ذکر کیا گیا ہے کہ وہ امانت دار ہوں۔ لفظ امانت کو سنتے ہی بنیادی طور پر مالی معاملات میں حق دار کو اس کا حق دینا ہی ذہن میں آتا ہے، لیکن اس لفظ میں کشادگی پائی جاتی ہے، جیسا کہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امانت سے مُراد خَلق و خالق (بندوں اور اللہ پاک) کے وہ حُقوق جو ہمارے ذِمّے واجِبُ الْاَدا ہوں۔[1] ایک مقام پر فرماتے ہیں: امانت میں مال، زر، لوگوں کی عزت و آبرو ریزی حتی کہ عورت کی اپنی عفّت سب داخل ہیں، بلکہ سارے اعمالِ صالحہ بھی اللہ کی امانتیں ہیں، حضور سے عشق و محبّت حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی امانت ہے۔[2] ایک مومن امین ہے یعنی وہ دین کے فرائض کو اچھی طرح ادا کرے اور سنتِ رسول کا پابند ہو کہ فرائض کا ترک اللہ پاک سے خیانت کرنا اور سنت کو چھوڑ دینا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خیانت کرنا ہے۔[3] حضرت ابنِ مسعود ایک لمبی حدیث میں فرماتے ہیں کہ نماز پڑھنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا، خانہ کعبہ کا حج کرنا، سچ بولنا، قرض ادا کرنا اور صحیح ناپ تول کرنا بھی امانت ہے اور ان سب سے سخت معاملہ وَدیعت (یعنی امانت رکھی ہوئی چیز) کا ہے۔[4] نیز مشورہ بھی امانت ہے کہ جس سے مشورہ لیا جائے اس پر لازم ہے کہ درست مشورہ دے، جیسا کہ ایک مرتبہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے دو مرتبہ اپنا ایک ہاتھ دوسرے مبارک ہاتھ پر مارتے ہوئے فرمایا: اَلْمُسْتَشَارُ اَمِیْنٌ، اَلْمُسْتَشَارُ اَمِیْنٌ یعنی جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہے، جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہے۔[5] عورت اپنے شوہر کے گھر کی امین ہے کہ اس کے گھر میں کوئی شوہر کی مرضی کے خلاف داخل نہ ہو، مال کی امین ہے کہ اس کو اس کی مرضی کے بغیر خرچ کرے نہ کمی کرے اور اس کے بچوں کی امین ہے کہ ان کی صحیح تربیت کرے۔ راز بھی امانت ہے کہ اس کو دوسروں پر ظاہر نہ کیا جائے، جیسا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جب حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے یہ خبر دی کہ وہ ان سے سب سے پہلے ملنے والی ہوں گی تو آپ نے اس بات کو بیان نہ فرمایا یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ظاہری وصال فرمالیا۔[6]

قرآنِ پاک میں ربِ کریم نے اپنے بندوں کو امانتیں ادا کرنے کا حکم دیتے ہوئے اشاد فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَاۙ (پ5، النسآء:58) ترجمہ کنزالعرفان: بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں ان کے سپرد کرو۔ امانت ادا کرنا چونکہ نیک اَعمال میں سے ہے لہٰذا اس آیت میں مسلمانوں کو تمام معاملات میں امانت کو ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، چاہے وہ معاملات مذہب سے تعلق رکھتے ہوں یا دنیاوی معاملات سے۔[7] نیز حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنے ہر خطبہ میں امانت کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے یہ ضرور ارشاد فرماتے: جو امین نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں[8] (یعنی اس کا ایمان کامل نہیں[9]) ایک مرتبہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے دین کی سب سے مشکل چیز کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: دین کی مشکل ترین چیز امانت ہے، کیونکہ جو امانت ادا

نہیں کرتا اس کا کوئی دین ہے نہ نماز وزکوٰۃ۔ ایک روایت میں ہے: جسے یہ پسند ہو کہ اللہ ورسول سے مَحبّت کرے یا اللہ و رسول اس سے مَحبّت کریں تو جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو وہ امانت ادا کرے۔[10] جبکہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی امانت داری کا اپنا عالم یہ تھا کہ اس کی شہرت صرف 25 سال کی عمر میں دور دور تک پہنچ چکی تھی۔ آپ کے اسی وصف کی وجہ سے حضرت خدیجہ نے اپنا تجارتی سامان لے جانے کیلئے آپ کو چُنا، نیز اعلانِ نبوت کے بعد کفارِ مکہ آپ کے انتہائی بُرے دشمن بن گئے مگر پھر بھی وہ آپ پر اس قدر اعتماد رکھتے کہ اپنا قیمتی مال وسامان آپ کے پاس ہی امانتاً رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ حضور انور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ہجرت کے موقع پر ان خون کے پیاسے دشمنوں کی امانتیں ادا کیں جنہوں نے قتل کے ارادے سے حضور کا گھر گھیر لیا تھا، حضرت علی کو حضور نے مکہ شریف چھوڑا اور آپ صدیق اکبر کے ساتھ روانہ ہوگئے، حضرت علی سے فرما گئے کہ ان ہی لوگوں کی میرے پاس امانتیں ہیں تم وہ ادا کرکے مدینے آجانا۔[11]

یاد رکھئے! امانت ادا کرنے کی اتنی تاکید کی وجہ غالباً یہ ہے کہ امانت کا تعلق مال سے ہے اور مال سببِ فتنہ ہے، اس معاملے میں ذرا سی غلطی انسان کو بھٹکا کر معاشرے کا ماحول خراب کرسکتی ہے، یعنی اگر امانت داری نہ ہو اور خیانت کا رواج بڑھ گیا تو لوگ لالچی ہو جائیں گے اور ہر کوئی دوسرے کے مال پر نظر رکھنے لگے گا جو کہ نقصان دہ ہے، اس سے ایک دوسرے کا احترام بھی ختم ہو جائے گا، اس لئے امانت کی حفاظت کی سب کو تاکید کی گئی تاکہ بُرائیاں پیدا ہی نہ ہوں۔

امانت داری کے دنیاوی و دینی فوائد: امانت داری انسان کو معاشرے میں باعزت، باوقار، با اعتبار و با اعتماد بنا دیتی ہے، اس کے سبب فتنہ فساد ختم ہو گا کہ امین اپنے حقوق کی ادائیگی کرے گی، اس کے سبب امن قائم ہو گا، باہمی تعلقات اچھے ہوں گے اور بہت سی بُرائیاں، لڑائی جھگڑے، جرائم، دشمنیاں ختم ہو جائیں گی اور آخرت میں بھی کامیابی ملے گی۔

امانت دار کیسے بنیں؟ امانت داری اس طرح اختیار کی جاسکتی ہے کہ ہم اپنے اندر خوفِ خدا پیدا کریں، دوسروں کے حقوق کی اہمیت جانیں، حقوق کی ادائیگی نہ کرنے کے سبب آخرت کے ملنے والے عذاب و پکڑ کو سخت جانیں اور خیانت کی وعیدات کو پڑھیں، اس کے بارے میں علم حاصل کریں اور اس کے ساتھ ہی رب کریم سے دعا کریں جیسے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم دعا فرمایا کرتے تھے: اِلٰہی میں خیانت سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔[12] ہمیں تو بالخصوص اس وقت سے پناہ مانگنی چاہئے کہ جب امانت لوگوں کے دلوں سے نکال لی جائے گی۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے: ایک آدمی تھوڑی دیر کے لیے سوئے گا تو اس کے دل سے امانت نکال لی جائے گی اور اس کا ہلکا سا اثر باقی رہ جائے گا، جب وہ دوبارہ تھوڑی دیر کے لیے سوئے گا تو پھر اس کے دل سے کچھ امانت نکال لی جائے گی تو اب اس کا اثر چھالے کی مثل رہ جائے گا جیسا کہ پاؤں پر انگارہ گر جانے سے چھالا پڑ جاتا ہے اور جگہ اُبھر جاتی ہے مگر اس کے اندر کچھ نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ لوگ صبح کے وقت خرید و فروخت کریں گے لیکن ایک بھی شخص امانت ادا کرنے والا نہ ہو گا۔[13]

اللہ پاک ہمارے امین آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے صدقے ہمیں یہ توفیق عطا فرمائے کہ ہم بھی ایک دوسرے کی امانتوں کی ادائیگی کریں، کسی کا راز سنیں تو پوشیدہ رکھیں، کسی کو مشورہ دیں تو درست دیں اور عبادات کو فرائض وواجبات اور سنتوں کے ساتھ ادا کریں۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

❶ مراٰۃ المناجیح، 3/ 236 ❷ مراٰۃ المناجیح، 1/ 55 ❸ تفسیر خازن، 2/ 190 ❹ تفسیر خازن، 3/ 514 ❺ مصنف عبد الرزاق، 10/ 362، حدیث: 21110 ❻ بخاری، 2/ 507، حدیث: 3623-3624 ❼ تفسیر کبیر، 4/ 108 ❽ مسند امام احمد، 4/ 271، حدیث: 12386 ❾ مراٰۃ المناجیح، 1/ 55 ❿ شعب الایمان، 2/ 201، حدیث: 1533 ⓫ مراٰۃ المناجیح، 4/ 310 ⓬ ابوداود، 2/ 130، حدیث: 1547 ⓭ مسلم، ص78، حدیث: 367

خیانت

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ مضمون 39 ویں تحریری مقابلے سے منتخب کر کے ضروری ترمیم و اضافے کے بعد پیش کئے جا رہے ہیں)

بنتِ مدثر عطاریہ، صدر راولپنڈی

خیانت ہمارے معاشرے کا ایک ناسور ہے۔ خیانت کا لفظ سنتے ہی فوراً ذہن مال میں خیانت کی طرف جاتا ہے، جبکہ شریعت میں خیانت کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ بغیر اجازتِ شرعی کسی کی امانت میں تصرُّف کرنا خیانت کہلاتا ہے۔[1] چاہے یہ خیانت مال میں ہو یا راز میں۔ چنانچہ علما کا بلا حاجت شرعی حکمرانوں کی صحبت اختیار کرنا[2]، قبر والوں کیلئے دعائے مغفرت نہ کرنا[3]، وصیت میں شرعی اجازت کے بغیر تبدیلی کر دینا[4]، نگران کا اپنی ذمہ داری پوری نہ کرنا، سلام پہنچانے کا وعدہ کرنے کے باوجود سلام نہ پہنچانا، بد نگاہی کرنا، ڈاکٹر کا ضرورت نہ ہونے کے باوجود مریض کو ٹیسٹ لکھ دینا، قرآن و حدیث کے مفاہیم و معانی میں اپنی طرف سے کمی زیادتی کر کے غلط بیانی کرنا یہ سب خیانت ہی کی صورتیں ہیں۔ خیانت وہ بُرا کام ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کو اس سے پاک سمجھنا ضروری ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے خیانت نہ کرنے کا ذکر قرآنِ کریم میں ہے۔ حضرت لقمان حکیم کا بلند مرتبہ پانے کا ایک سبب خیانت نہ کرنا ہے۔[5] اپنے نفس میں خیانت نہ کرنے والی بیوی کا مل جانا دنیا و آخرت کی بھلائیوں میں سے ہے۔[6] ہمارے آقا اعلانِ نبوت فرمانے سے قبل بھی امین (یعنی خیانت نہ کرنے والے) کے لقب سے مشہور تھے۔[7]

خیانت کی ممانعت کرتے ہوئے اللہ پاک قرآنِ کریم میں فرماتا ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ (پ9، الانفال: 27) ترجمہ کنز العرفان: اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو۔

فرائض کو چھوڑنا اللہ پاک سے خیانت جبکہ سنتِ رسول کو چھوڑنا حضور سے خیانت ہے۔[8] خیانت بے برکتی اور عذابِ قبر کا سبب ہے۔ احادیثِ مبارکہ میں بھی اس کی مذمّت کی گئی ہے۔ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ پاک قیامت کے دن تمام مخلوق کو جمع فرمائے گا تو ہر خیانت کرنے والے کو جھنڈا دیا جائے گا اور کہا جائے گا: یہ فلاں بن فلاں کی خیانت کا جھنڈا ہے۔[9] قیامت کی ذلت کے ساتھ ساتھ خیانت کی بدبختی دنیا میں بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔ چنانچہ نبیِ کریم

صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کسی قوم میں خیانت ظاہر اور کھلم کھلا ہونے لگتی ہے تو اللہ پاک اس قوم کے دل میں اس کے دشمنوں کا خوف اور ڈر ڈال دیتا ہے۔[10] خیانت کے اسباب میں احترامِ مسلم کے جذبے کا نہ ہونا، دھوکہ، جہالت، خوف خدا کی کمی وغیرہ شامل ہیں۔ خیانت کے جرم سے بچنے کا ایک ذریعہ نیک اعمال رسالے پر عمل بھی ہے، چنانچہ امیر اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں: کیا آج آپ نے کسی کی راز کی بات کسی دوسرے کو بتا کر امانت میں خیانت تو نہیں کی؟[11] اللہ پاک ہمیں خیانت سے محفوظ فرمائے۔ آمین

بنتِ اکرم، گلشنِ معمار کراچی

امانت کے طور پر رکھوائی جانے والی چیزوں کو استعمال کر لینا یا فائدہ اٹھا لینا خیانت کہلاتا ہے۔ خیانت کی کئی صورتیں ہیں۔ خیانت صرف امانت میں ہی نہیں ہوتی بلکہ ناپ تول میں کمی کرنا، عہد کو پورا نہ کرنا، کسی کے راز کو پھیلا دینا، نوکری کے اوقات میں کوئی اور کام کرنا، معاہدوں میں کمی زیادتی کرنا، کسی مسلمان کی عزت خراب کرنا، بیوی کا اپنے شوہر کے علاوہ کسی مرد کے بارے میں سوچنا، آنکھوں کا گناہوں بھرے مناظر وغیرہ دیکھنا بھی خیانت میں شامل ہے۔ یہاں تک کہ مسلمان اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ بھی خیانت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ قرآنِ کریم میں ارشاد ہوتا ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ (پ9، الانفال: 27) ترجمہ کنز العرفان: اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو۔

تفسیر خازن میں ہے: فرائض چھوڑ دینا اللہ پاک سے اور سنتِ رسول کو چھوڑنا رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم سے خیانت کرنا ہے۔[12] خیانت بہت ہی بُری بداخلاقی بھی ہے، مسلمانوں کو اس سے ہر حال میں بچنا چاہیے۔ ہمارے پیارے آقا اعلانِ نبوت سے پہلے بھی صادق و امین تھے۔ لوگ آپ کی باتوں پر یقین رکھتے اور آپ کے پاس اپنی امانتیں رکھواتے تھے، یہاں تک کہ ہجرتِ مدینہ کی رات بھی آپ دشمنوں کی امانتیں واپس کرنے کی غرض سے اپنے بستر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر گئے کہ ان کی امانتیں واپس کر دی جائیں۔ جب ہمارے نبی غیر مسلموں کی امانتوں کا اس قدر خیال رکھتے تھے تو ہم مسلمان ہو کر اپنے مسلمان بہن بھائیوں کی امانتوں کا خیال کیوں نہیں کر سکتیں! امانت میں خیانت اللہ اور اس کے رسول کو ناپسند ہے اور کئی مقامات پر خیانت کی مذمّت بھی کی گئی ہے۔

چنانچہ حضرت سفیان سے روایت ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بڑی خیانت کی بات یہ ہے تو اپنے بھائی سے کوئی بات کہے اور وہ تجھے اس بات میں سچا جان رہا ہے حالانکہ تو اس سے جھوٹ بول رہا ہے۔[13] اکثر دیکھا جاتا ہے دوکاندار اپنے مال کی فضول تعریف اور مال کی گارنٹی دے رہے ہوتے ہیں، حقیقتاً ایسا کچھ نہیں ہوتا۔ ان کو بس اپنا مال بیچنا ہوتا ہے، یہ کسٹمر کے ساتھ دھوکا، جھوٹ اور خیانت کرنا ہے۔ حالانکہ جھوٹ بول کر مال بیچنے کی بھی سخت وعیدیں آئی ہیں۔ خیانت کرنا بُرے کاموں میں سے ہے۔ بلکہ جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ چنانچہ حضور نے جہنمیوں میں ایسے شخص کو بھی شمار فرمایا جس کی خواہش اور طمع اگرچہ کم ہی ہو مگر وہ اسے خیانت کرنے والا کر دے۔[14] یعنی ذرا سی خواہش و لالچ بھی خیانت کروا دیتی اور جہنم میں پہنچا سکتی ہے۔ ایک اور روایت میں ہے: جو امانت دار نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں۔[15] یعنی حضور نے خیانت کرنے والے شخص کو بے دین قرار دیا۔ ایک اور روایت میں ہے: مومن ہر عادت اپنا سکتا ہے مگر جھوٹا اور خیانت کرنے والا نہیں ہو سکتا۔[16]

خیانت کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ ناپ تول اور وزن میں کمی کی جائے، وہ چاہے کپڑا ہو، اناج ہو یا دیگر مال، سب میں خیانت بُری ہی ہے۔ بظاہر ایسے لوگ خیانت کر کے اپنا مال بڑھا رہے ہوتے ہیں، لیکن ان کے مال سے برکت اٹھ جاتی ہے، ان کا مال انہیں کوئی فائدہ نہیں دیتا۔

الغرض خیانت ایک نہایت بُرا کام ہے، جو اخلاقی اقدار کی پستی کا نمونہ ہے، جس سے بے شمار بُرائیاں اور نفرتیں پھیلتی ہیں۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ ہمیں خیانت سے بچائے اور احترامِ مسلم کا جذبہ بیدار کرے، نیک اور امانت دار مسلمانوں کی محبت نصیب کرے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

---

❶ عمدۃ القاری، 1/328 ❷ احیاء العلوم، 1/98 ماخوذاً ❸ احیاء العلوم، 2/264 ❹ مالِ وراثت میں خیانت نہ کیجئے، ص 15 ❺ شرح ابن بطال، 9/280 ❻ معجم کبیر، 11/109، حدیث: 11275 ❼ مراۃ المناجیح، 6/576 ❽ تفسیر خازن، 2/190 ❾ مسلم، ص 740، حدیث: 4529 ❿ مشکاۃ المصابیح، 2/276، حدیث: 5370 ⓫ 63 نیک اعمال، ص 13 ⓬ تفسیر خازن، 2/190 ⓭ ابو داود، 4/381، حدیث: 4971 ⓮ مسلم، ص 1174، حدیث: 7207 ⓯ مسند احمد، 4/271، حدیث: 12386 ⓰ مسند امام احمد، 8/276، حدیث: 22232

اہم نوٹ: ان صفحات میں ماہنامہ خواتین کا سلسلہ جامعات کی معلمات، ناظمات اور تنظیمی ذمہ داران کے گیارہویں تحریری مقابلے میں موصول ہونے والے مضامین شامل ہیں۔ موصول ہونے والے 3 مضامین کی تفصیل یہ ہے:

عنوان	تعداد	عنوان	تعداد	عنوان	تعداد
توبہ کی اہمیت	2	حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحیم و کریم ہیں	1	سوشل میڈیا کی خرافات کے خاتمے میں خواتین کا کردار	0

مضمون بھیجنے والیوں کے نام: **ملیر:** بنتِ عبد الستار قریشی۔ **میانوالی:** اُمِّ حرم بنتِ ظہور احمد۔ **سیالکوٹ:** **نند پور:** بنتِ عبد الستار۔ **واہ کینٹ:** **خوشبوئے عطار:** بنتِ عاقل محمود۔ **بہاولپور:** **یزمان:** بنتِ افضل۔

توبہ کی اہمیت

بنتِ لال دین (جامعۃ المدینہ گرلز نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ)

توبہ کا معنیٰ و مفہوم: توبہ کا لغوی معنیٰ ہے "ندامت، گناہ کرنے کو تسلیم کرنا، لوٹ آنا، رُجوع کرنا اور گناہ سے منہ موڑتے ہوئے ربِّ کریم کی طرف توجہ کرنا"۔

اس فتنوں بھرے دور میں گناہ کرنا بے حد آسان اور نیکی کرنا مشکل ہو چکا ہے۔ نفس و شیطان ہاتھ دھو کر انسان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ یاد رکھئے! گناہوں کا انجام ہلاکت و بے عزتی کے سوا کچھ نہیں۔ لہٰذا اس سے پہلے کہ موت آجائے اور ہم گھر والوں کو روتا چھوڑ کر، دنیا کی چمک دمک سے منہ موڑ کر قبر کے ڈراؤنے و اندھیرے گڑھے میں ہزاروں مُردوں کے درمیان اکیلی جا سوئیں، ہمیں چاہئے کہ ان گناہوں سے پیچھا چھڑانے کا کوئی بندوبست کریں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے اللہ پاک کی بارگاہ میں سچی توبہ کریں، کیونکہ سچی توبہ ایسی چیز ہے جو ہر قسم کے گناہ کو انسان کے نامۂ اعمال (وہ رجسٹر جس میں فرشتے ہر انسان کے اچھے بُرے کام لکھتے ہیں) سے دھو ڈالتی ہے جیسا کہ قرآنِ پاک میں ہے: وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ یَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ وَ یَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ (پ25، الشوریٰ:25) ترجمہ کنزالعرفان: اور وہی ہے جو اپنے بندوں سے توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ربِّ کریم نے ایک نبی کو حکم دیا کہ گناہ گاروں کو خوش خبری دو کہ اگر وہ توبہ کریں گے تو میں قبول کروں گا اور میرے دوستوں کو اس بات سے ڈراؤ کہ اگر میں ان کے ساتھ انصاف کروں گا تو سب کو سزا دوں گا (یعنی سب سزا کے حق دار ہوں گے)۔[1]

قرآن میں ہے: وَ تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (پ18، النور:31) ترجمہ کنز العرفان: اور اے مسلمانو! تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔ ایک مقام پر ارشاد ہوا: اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ (پ2، البقرۃ:222) ترجمہ کنز العرفان: بیشک اللہ بہت توبہ کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے اور خوب صاف ستھرے رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

رحمتِ الٰہی کا حصول: اللہ پاک فرماتا ہے: اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ فَاُولٰٓىٕكَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ (پ4، النسآء:17) ترجمہ کنزالعرفان: وہ توبہ جس کا قبول کرنا اللہ نے اپنے فضل سے لازم کرلیا ہے وہ انہیں کی ہے جو نادانی سے بُرائی کر بیٹھیں پھر تھوڑی دیر میں توبہ کرلیں ایسوں پر اللہ اپنی رحمت سے رجوع کرتا ہے۔ ایک مقام پر ارشاد ہے: فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَ اَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ یَتُوْبُ عَلَیْهِ (پ6، المائدۃ:39) ترجمہ کنز العرفان: تو جو اپنے ظلم کے بعد توبہ کرلے اور اپنی اصلاح کرلے تو اللہ اپنی مہربانی سے اس پر رجوع فرمائے گا۔

بُرائیوں کا نیکیوں میں بدل جانا: قرآن میں ہے: اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓىٕكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ (پ

19، الفرقان:70)ترجمہ کنز العرفان: مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی بُرائیوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا۔

جنت میں داخلے کا انعام: ارشاد ہوا: تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًاؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ یُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ یُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُۙ (پ28، التحریم:8)ترجمہ کنز العرفان: اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جس کے بعد گناہ کی طرف لوٹنا نہ ہو، قریب ہے کہ تمہارا رب تمہاری بُرائیاں تم سے مٹا دے اور تمہیں ان باغوں میں داخل کر دے جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔

اللہ پاک نے قرآنِ پاک میں کئی جگہوں پر توبہ کی اہمیت ارشاد فرمائی، لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم بھی اس ختم ہونے والی دنیا سے منہ موڑ کر اللہ پاک کی بارگاہ میں اپنے گناہوں سے سچی توبہ کریں اور اس کے حکم کی فرمانبرداری کریں تاکہ ہم قبر کی گھبراہٹ سے بچ سکیں اور دنیا و آخرت میں کامیاب ہو جائیں۔ اللہ پاک کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں سچی توبہ کی توفیق دے، اپنا ڈر اور اپنے پیارے نبی صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کا عشق عطا فرمائے اور اسے ہمارے لئے جہنم سے چھٹکارے کا ذریعہ بنائے۔ اٰمین بجاہِ النبی الامین صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم

حُضور صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم رحیم و کریم ہیں

بنتِ محمد افضل (نگران ڈسٹرکٹ مشاورت بہاولپور)

اللہ پاک نے ہمارے پیارے اور آخری نبی صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کو بے شمار خوبیاں عطا فرمائی ہیں۔ آپ کا مہربان و رحمت فرمانے والا ہونے کے متعلق اللہ پاک نے ارشاد فرمایا ہے: بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ﴿۱۲۸﴾ (پ11، التوبہ:128)ترجمہ کنز العرفان: مسلمانوں پر بہت مہربان، رحمت فرمانے والے ہیں۔ اس آیت میں اللہ پاک نے اپنے حبیب صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اپنے دو ناموں سے مُشَرَّف فرمایا۔ یہ حضور کی کمالِ تکریم ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم دنیا میں بھی رؤف و رحیم ہیں اور آخرت میں بھی۔[2] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہِ علیہ فرماتے ہیں:

مومن ہوں مومنوں پہ رؤفٌ رحیم ہو | سائل ہوں سائلوں کو خوشی لَانَہَر کی ہے

ایک روایت ”میں رحمت ہوں، رب کا ہدیہ ہوں“[3] کے تحت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: یعنی رب نے مجھے تمہارے لئے رحمت بھی بنا کر بھیجا ہے اور اپنا ہدیہ و تحفہ بھی، اس فرمانِ عالی میں اس اُمّت کی عزت افزائی ہے، کیونکہ ہدیہ تحفہ اپنے پیاروں کو ہی دیا جاتا ہے۔[4]

ربِّ اَعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود | حق تعالیٰ کی مِنّت پہ لاکھوں سلام

رحیم و کریم ہونا میرے آقا صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کا ایسا مستقل پہلو ہے جس میں عالَم کی ہر چیز پناہ لیتی ہے۔ میرے آقا صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم اپنی اُمّت پر تو مہربان و کریم ہیں ہی، آپ کی رحمتوں اور شفقتوں سے غیر مسلم اور انسانوں کے علاوہ دیگر مخلوق بھی فیض پا رہی ہے، چنانچہ کہیں آپ کافروں کے ظلم کرنے پر بھی معافی سے نواز رہے ہیں، کہیں نماز کے درمیان روتے ہوئے بچے کی آواز سن کر نماز کو جلدی ختم فرما دیتے ہیں، کبھی کسی صحابی کے چڑیا کے بچے کو اٹھانے پر اس چڑیا کو بے قرار دیکھ کر بے چین ہو جاتے ہیں، کہیں مصیبت میں مبتلا جانوروں کی فریاد کو پہنچ جاتے ہیں وغیرہ۔ چنانچہ حضور کی سیرت سے یہ بات اچھی طرح ظاہر ہو جاتی ہے کہ آپ صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم سر سے پاؤں تک رحمت ہی رحمت ہیں اور اپنے ماننے والوں کو بھی رحمت و شفقت اور نرمی کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اللہ پاک اس پر رحم نہیں فرماتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔[5]

میرے آقا صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کے رحیم و کریم ہونے کی خوبی بیان کرنے کے لئے کس کس واقعے اور کس کس فرمان کا ذکر کیا جائے۔ ہم بھی ان کی اُمّتی ہیں، لہٰذا ہمیں بھی معافی، نرمی، شفقت اور رحمت کو اپنی عادت بنانی چاہئے، ہماری عادتوں اور عمل سے بھی رحیم و کریم آقا صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کی سیرت کی خوشبو آنی چاہئے۔

---

(1) کیمیائے سعادت، 2/763 (2) تفسیر صراط الجنان، 4/274 (3) مستدرک، 1/195، حدیث:107 (4) مراٰۃ المناجیح، 8/94 (5) مسلم، ص975، حدیث:6030

اہم نوٹ: ان صفحات میں ماہنامہ فیضانِ مدینہ کے سلسلے نئے لکھاری کے تحت ہونے والے 39ویں تحریری مقابلے کے مضامین شامل ہیں۔ چنانچہ اس ماہ کل مضامین 104 تھے، جن کی تفصیل یہ ہے:

عنوان	تعداد	عنوان	تعداد	عنوان	تعداد
صفاتِ نوح	31	علما کے 5 حقوق	27	خیانت کی مذمت	46

مضمون بھیجنے والیوں کے نام: **اوکاڑہ: صابری کالونی:** بنت بشیر۔ **اسلام آباد: آئی ٹین:** بنت عبد الرزاق۔ بنت عمر۔ بنت محمد عظیم۔ **بہاولپور:** بنت ارشد۔ **ترنڈہ سوائے خان:** بنت محمد سچل۔ **ٹوبہ ٹیک سنگھ:** بنت اقبال۔ **جہلم:** بنت مظہر اقبال۔ **جھمرہ سٹی:** بنت محمد انور۔ **ڈیرہ اللہ یار:** بنت اللہ بخش۔ **فیصل آباد: سمندری:** بنت امیر حمزہ، بنت خادم حسین، بنت محمد اشرف۔ **سیالکوٹ: نواں پنڈ:** بنت ظفر۔ **شفیع کا بھٹہ:** بنت اشرف، بنت اصغر مغل، بنت افضال، بنت امجد، بنت اویس، بنت تنویر احمد، بنت جہانگیر، بنت خالد پرویز، بنت خوشی محمد، بنت رزاق بٹ، بنت رضاء الحق باجوہ، بنت سرمد، بنت سہیل احمد، بنت شبیر حسین، بنت شمس پرویز، بنت طالب حسین، بنت محمد بشیر، بنت محمد تنویر، بنت محمد شفیق، بنت محمد شہباز، بنت محمد طارق۔ **گلبہار:** اخت اسد علی، اخت زین، اخت سبحان حمزہ، اخت سلطان علی، اخت معظم رضا، بنت لطیف، ام فروخ، ام میلاد، بنت ارشد علی، بنت باقر علی، بنت تنویر، بنت حاجی شہباز، بنت رمضان، بنت سجاد حسین، بنت سعید احمد، بنت طارق، بنت عبد اللہ قادری، بنت محمد اشرف، بنت ناصر، بنت وسیم، ہمشیرہ حمزہ۔ **راولپنڈی: صدر:** بنت انور، بنت شفیق، بنت شکیل، بنت مدثر، بنت وسیم۔ **گوجر خان:** بنت راجہ واحد حسین۔ **گجرات: فیروز آباد:** بنت انیس الرحمٰن۔ **حیدر آباد:** بنت جاوید۔ **کراچی: نیول کالونی:** بنت غلام احمد۔ **دھوراجی:** بنت عمران عطاری۔ **گلشنِ معمار:** بنت محمد اکرم۔ **اورنگی ٹاؤن:** بنت شمیم۔ **عالم شاہ بخاری:** بنت شہزاد احمد، بنت عدنان۔ **گجرات: کنگ سہالی:** بنت انصر جاوید، بنت غلام مصطفیٰ، بنت فیاض احمد، بنت فیاض حسین، بنت فیصل عمران، بنت محمد عرفان، بنت محمود عالم خان۔ **سانواں: کوٹ ادو:** بنت مشتاق احمد۔ **گجرانوالہ:** بنت شفیق۔ **نوشہرہ روڈ:** بنت بلال، بنت عاشق۔ **لاہور:** بنت عبد الحمید۔ **لالہ موسیٰ: مدینہ کلاں:** بنت محمد احسن۔ بنت مصطفیٰ حیدر۔ **آسٹریلیا: سڈنی:** ام حسان۔

صفاتِ نوح از بنتِ شفیق (جامعۃ المدینہ گرلز، صدر راولپنڈی)

اوصاف وصف کی جمع ہے، جس سے مراد ہے خوبی۔ اوصاف کا زیادہ ہونا ذات کے کامل ہونے کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔ اللہ پاک کی تمام مخلوق میں انسان اشرفُ المخلوقات یعنی سب سے افضل ہے۔ لیکن انسانوں میں بھی انبیائے کرام علیہم السلام سب سے افضل ہیں اور اللہ پاک نے انہیں بہت سی خوبیوں سے نوازا۔ انہی نبیوں میں سے ایک حضرت نوح علیہ السلام بھی ہیں، یہاں ان کے چند اوصاف ذکر کئے جاتے ہیں:

1 - آدمِ ثانی: وَ جَعَلْنَا ذُرِّیَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِیْنَ۪ۖ (پ23، الصّٰفّٰت: 77) ترجمہ کنز العرفان: اور ہم نے اسی کی اولاد باقی رکھی۔ اعلیٰ حضرت اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: پسماندگانِ طوفان میں سے کسی کی نسل نہ بڑھی صرف (حضرت) نوح (علیہ السلام) کی نسل تمام دنیا میں ہے اسی لئے انہیں آدمِ ثانی کہا جاتا ہے۔ (1)

2 - کامل ایمان والے: اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ (پ23، الصّٰفّٰت: 81) ترجمہ کنز العرفان: بیشک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل ایمان والے بندوں میں سے ہے۔ یعنی حضرت نوح علیہ السلام اللہ پاک کے بلند درجے کے کامل ایمان والے بندوں میں سے ہیں۔ (2)

شکر گزار: ذُرِّیَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍؕ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا (پ15، بنی اسرآءیل: 3) ترجمہ کنز العرفان: اے ان لوگوں کی اولاد جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا، وہ یقیناً بہت شکر گزار بندہ تھا۔ یعنی حضرت نوح علیہ السلام بہت زیادہ شکر ادا کرتے تھے۔ جب آپ کھانا کھاتے یا پانی پیتے یا لباس پہنتے تو الحمدُ للہ کہتے، اسی لئے اللہ پاک نے آپ کو شَكُوْرًا یعنی شکر گزار بندہ فرمایا۔ (3) یہ ایک قول ہے جو صرف زبان کا شکر بیان کرنے کے لئے ہے ورنہ حضرت نوح علیہ السلام کا شکر اس سے زیادہ تھا۔

اولو العزم رسول: فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ (پ26، الاحقاف: 35) ترجمہ کنز العرفان: تو (اے حبیب!) تم صبر کرو جیسے ہمت والے رسولوں نے صبر کیا۔ یوں تو سبھی انبیا و مرسلین ہمت والے ہیں اور سبھی نے راہِ حق میں آنے والی تکلیفوں پر صبر و ہمت کا شاندار مظاہرہ کیا مگر ان میں سے پانچ رسول ایسے ہیں جن کا راہِ حق میں صبر اور مجاہدہ دیگر انبیا و مرسلین سے زیادہ ہے، اس لئے انہیں بطورِ خاص **اولوا العزم رسول** کہا جاتا ہے۔ (4) انہی میں سے ایک حضرت نوح علیہ السلام بھی ہیں۔

5 - نبوت اور کتاب آپ کی اولاد میں رکھی گئی: آپ کے بعد جتنے نبی اور رسول دنیا میں تشریف لائے سب آپ کی اولاد میں سے تھے اور تمام آسمانی کتابیں بھی آپ کی اولاد میں سے خاص ہستیوں پر اُتریں۔ فرمانِ باری ہے: وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّ اِبْرٰهِیْمَ وَ جَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ (پ27، الحدید: 26) ترجمہ

کنز العرفان: اور بیشک ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا اور ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم تک جتنے انبیا و رسل تشریف لائے سب آپ کی اولاد میں سے تھے اور آپ حضرت نوح علیہ السلام کی نسل سے ہیں، یوں نبوت اور کتاب اَوَّلاً حضرت نوح علیہ السلام اور ثانیاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ہوئی۔[5] یہ تو چند اوصاف ہیں ورنہ قرآنِ کریم میں آپ کی عظمت و شان کئی مقامات پر بیان کی گئی ہے۔

علما کے 5 حقوق

بنتِ بشیر احمد عطّاریہ (درجۂ ثالثہ، جامعۃُ المدینہ گرلز اوکاڑہ)

قرآن میں ہے: قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ؕ (پ23، الزمر:9) ترجَمۂ کنز الایمان: تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان۔ اس آیت میں اور قرآنِ پاک کی بہت سی آیات میں اہلِ علم کی شان و عظمت کا بیان ہوا ہے۔ علم ہی کی وجہ سے حضرت آدم کو فرشتوں پر فضیلت دی گئی، حضور نے ارشاد فرمایا: بے شک عُلَما ہی انبیا کے وارث ہیں، انبیا درہم و دینار کا وارث نہیں بناتے بلکہ وہ نفوسِ قُدسیہ تو صرف علم کا وارث بناتے ہیں تو جس نے اسے حاصل کر لیا اس نے بڑا حصہ پالیا۔[6]

عالم کی تعریف: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: عالم کی تعریف یہ ہے کہ عقائد سے پورے طور پر آگاہ ہو اور مستقل ہو اور اپنی ضروریات کو کتاب سے نکال سکے بغیر کسی کی مدد کے۔[7]

آیئے! عُلَمائے کرام کے چند حقوق جانتے ہیں:

(1) اطاعت کرنا: فقہاء کی طرف رجوع کرنا بھی رسول ہی کی طرف رجوع کرنا ہے کیونکہ فقہاء حضور ہی کا حکم سناتے ہیں۔ جیسے حضور کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے ایسے ہی عالمِ دین کی فرمانبرداری رسول اللہ کی فرمانبرداری ہے۔[8]

(2) تعظیم کرنا: عُلَمائے کرام کی تعظیم کرنا ہر ایک پر لازم ہے۔ اعلیٰ حضرت علمائے دین کی توہین کے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: سخت حرام، سخت گناہ اَشد کبیرہ، عالمِ دین سنی صحیحُ العقیدہ کہ لوگوں کو حق کی طرف بلائے اور حق بات بتائے محمد رسولُ اللہ صلی اللہُ علیہ واٰلہ وسلم کا نائب ہے اس کی تحقیر مَعاذَ اللہ محمد رسولُ اللہ صلی اللہُ علیہ واٰلہ وسلم کی توہین ہے۔[9]

(3) اعتراض سے بچنا: علمائے کرام پر اعتراض کرنا سخت جرم ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃُ اللہِ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: حقیقۃً عالمِ دین، ہادیِ خلق، سنی صحیحُ العقیدہ ہو، عوام کو اس پر اعتراض، اس کے افعال میں نکتہ چینی، اس کی عیب بینی حرام حرام حرام اور باعثِ سخت محرومی اور بدنصیبی ہے۔[10]

(4) احکامِ شرعیہ میں عُلَما پر بھروسا کرنا: ہمیں چاہئے کہ دینی مسائل میں ان پر اعتماد کر کے ان کے بتائے ہوئے فتاویٰ و مسائل پر عمل کریں کیونکہ یہ نائبِ رسول ہیں۔ حدیثِ پاک میں ہے: عالم زمین میں اللہ کا امین ہوتا ہے۔[11]

(5) مدد و نصرت کرنا: ہمیں ہر طرح سے ان کی نصرت و حمایت کرنی چاہئے، ان کی امداد و استعانت پر کمر بستہ رہنا چاہئے وہ زبان کے ذریعے ہو یا مال کے ذریعے اور ان کے بارے میں بُرا سننے سے بھی بچا جائے۔

یاد رکھئے! یہ ساری فضیلتیں علمائے حق کو حاصل ہیں۔ امیرِ اہلِ سنت دامت بَرَکاتُہمُ العالیہ لکھتے ہیں: صرف علمائے اہلِ سنّت ہی کی تعظیم کی جائے۔ رہے بدمذہب عُلَما تو ان کے سائے سے بھی بھاگے کہ ان کی تعظیم حرام، ان کا بیان سننا ان کی کتب کا مطالعہ کرنا اور ان کی صحبت اختیار کرنا حرام اور ایمان کے لئے زہرِ ہَلاہِل ہے۔[12] اللہ پاک ہمیں عاشقانِ رسول عُلَمائے کرام کے حقوق کی ادائیگی کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

---

(1) ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، ص129 ملتقطاً (2) تفسیر صراط الجنان، 8/322 (3) تفسیر خازن، 3/161 (4) تفسیر صراط الجنان، 9/284 (5) سیرت الانبیاء، ص163 (6) ترمذی، 4/312، حدیث: 2691 (7) ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص58 (8) تفسیر نور العرفان، ص137 (9) فتاویٰ رضویہ، 23/649 (رضا فاؤنڈیشن) (10) فتاویٰ رضویہ، 8/97 (11) جامع بیان العلم و فضلہ، ص74، حدیث: 225 (12) کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب، ص359

سلسلہ
مرحوماتِ دعوتِ اسلامی

مرحومہ روبی باجی عطاریہ مدنیہ

بنتِ مبشر عطاریہ مدنیہ
لاہور

23 اگست 1962 عیسوی مطابق 22 ربیعُ الاوّل 1382 ہجری جمعرات کے دن لاہور (پنجاب) کے ایک سُنّی گھرانے میں روبی باجی پیدا ہوئیں۔ آپ کا نام تو گھر والوں نے صبغہ روحی رکھا تھا اور کنیت بھی اپنے بڑے بیٹے محمد محسن عطاری کے نام پر اُمِّ محسن استعمال کرتی تھیں، مگر ہر کوئی آپ کو آپ کے عرفی نام روبی باجی سے جانتا و پہچانتا تھا۔

ابتدائی تعلیم: روبی باجی کا تعلق درست عقیدے والے سنی قادری گھرانے سے تھا۔ آپ نے ناظرہ قرآنِ کریم کی تعلیم اپنے والد ماجد حافظ محمد حسین سے حاصل کی جو روزانہ محلے کے بچوں کو قرآنِ کریم پڑھایا کرتے تھے۔ چنانچہ سینکڑوں بچوں نے آپ سے قرآنِ کریم ناظرہ پڑھنے کی سعادت ہی حاصل نہیں کی بلکہ عشقِ رسول اور صحابہ و اہلِ بیتِ اطہار اور اولیائے کرام کی محبت کے جام بھی خوب بھر بھر کر پیے۔ یہی وجہ ہے کہ روبی باجی نے اپنا بچپن جس پاکیزہ دینی ماحول میں گزارا اس کا اثر ساری زندگی آپ پر رہا۔ ناظرہ قرآنِ کریم کے علاوہ آپ نے پاک ماڈل گرلز ہائی سکول لاہور سے میٹرک کا امتحان بھی اچھے نمبروں سے پاس کیا۔ پھر 17 سال کی عمر میں یعنی 1979 میں آپ کی شادی ہو گئی اور گھریلو مصروفیات کے باعث اگرچہ مزید تعلیم جاری نہ رکھ سکیں، مگر علم کی دولت آپ کے نصیب میں تھی اور آپ کو اسے حاصل کرنے کی لگن بھی تھی، آخر کار دعوتِ اسلامی کے پاکیزہ دینی ماحول نے آپ کو یہ موقع فراہم کیا تو آپ نے اپنی گھریلو مصروفیات و ذمہ داریوں کے باوجود دعوتِ اسلامی کے تحت ہونے والے کئی شارٹ کورسز کیے اور کروائے، جن میں مدنی قاعدہ کورس، فیضانِ تلاوت کورس، فیضانِ زکوٰۃ وغیرہ کورسز شامل ہیں۔ اس کے علاوہ 2016 میں یعنی تقریباً 54 سال کی عمر میں جامعۃ المدینہ گرلز گڑھی شاہو میں فیضانِ شریعت کورس کیا اور پھر 2017 تا 2022 تک جامعۃ المدینہ گرلز مغلپورہ لاہور سے عالمہ کورس بھی مکمل کیا۔

دینی ماحول سے وابستگی: آپ اگرچہ 1998 میں دعوتِ اسلامی کے دینی ماحول سے وابستہ ہوئیں اور اپنے ماموں جان کے گھر ریلوے کوارٹرز گڑھی شاہو لاہور میں دعوتِ اسلامی کے تحت ہونے والے اسلامی بہنوں کے ہفتہ وار اجتماع میں شرکت بھی فرمایا کرتیں، مگر ابھی تک اَمیرِ اَہلِ سنّت دامت برکاتہم العالیہ کے دامن سے باقاعدہ وابستہ نہ ہوئی تھیں۔ چنانچہ 2002 میں آپ کی قسمت کا ستارہ چمکا اور جب آپ اَمیرِ اَہلِ سنّت دامت برکاتہم العالیہ کے دامن سے وابستہ ہوئیں تو یک دَر گیر مُحکَم گیر کے مصداق ہر وقت مُرشِد مُرشِد کرتی دکھائی دیتیں۔ مُرشِد کا فرمان گویا آپ کے لئے حرفِ آخر ہوتا یعنی مرشد کے فرمان پر آپ آنکھیں بند کر کے عمل کرتیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے مُرشِد کے فرمان پر اسلامی بہنوں کے 8 دینی کاموں کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا رکھا تھا اور فرمایا کرتیں: میں مُرشِد کے دینی کاموں میں لگی ہوں ان شاء اللہ میرے مُرشِد ہی میرا بیڑا پار لگائیں گے۔

تنظیمی کاموں سے محبت

نیک اعمال: روبی باجی صوبہ پنجاب لاہور میٹروپولیٹن کے عزیز بھٹی ٹاؤن کی اصلاحِ اعمال کی کابینہ ذمہ دار تھیں۔ روزانہ نیک اعمال کا جائزہ لینا اور 63 نیک اعمال کے رسالے کو ہر جگہ ہر

وقت اپنے ساتھ رکھنا آپ کی عادت تھی۔ آپ فرماتیں: نیک اعمال (کے رسالے) پر عمل کرنا نیک زندگی گزارنے کا بہترین نسخہ ہے۔ نیک اعمال کا رسالہ گویا مدینے کا ٹکٹ ہے، اِن شاءَ اللہ ہمارا یہ ٹکٹ ہمیں مدینے لے جائے گا اور ہمارا یہ سفر مدینے سے ہوتا ہوا جنت میں لے جائے گا۔

آپ کا نیک اعمال پر مضبوط عمل تھا اور فرمایا کرتیں: میرے مُرشدِ کریم فرماتے ہیں کہ دوسروں کو ترغیب دلانے کے لیے پہلے خود سراپا ترغیب بننا پڑتا ہے۔ میں خود عمل کروں گی تو امیرِ اہلِ سنت کے فیضان سے اِن شاءَ اللہ میری زبان میں بھی تاثیر پیدا ہو جائے گی، پھر اِن شاءَ اللہ لوگ بھی عمل کریں گے۔ آپ ہفتہ وار اجتماع پاک میں، محفلِ نعت میں، اجلاس میں، دینی حلقوں میں، جامعۃ المدینہ گرلز کی طالبات میں اکثر نیک اعمال کے رسائل تقسیم فرماتیں اور سب کو اس پر عمل کرنے کی ترغیب بھی دلاتیں۔

ہفتہ وار اجتماع: آپ کی کوششوں سے کئی مقامات پر اسلامی بہنوں کے ہفتہ وار اجتماعات شروع ہوئے، مثلاً آپ کے گھر کے قریب ہی تاج باغ اسکیم میں اسلامی بہنوں کا ہفتہ وار اجتماع شروع ہوا اور اسی طرح آپ ہی کی کوششوں سے پنگالی گاؤں اور لکھوڈیر لاہور میں بھی اسلامی بہنوں کے ہفتہ وار اجتماعات شروع ہوئے۔

علاقائی دورہ: اسلامی بہنوں کے 8 دینی کاموں میں سے ایک کام علاقائی دورہ برائے نیکی کی دعوت بھی ہے، لہٰذا اس دینی کام پر عمل کی خاطر آپ اپنے ذیلی حلقے یا یوسی تک محدود نہ رہتیں بلکہ بہت دور کے علاقوں میں بھی جا کر نیکی کی دعوت دیا کرتیں، چنانچہ جب اسلامی بہنوں کے دَارُ السُّنَّہ مَزَنگ لاہور کا افتتاح ہوا جو آپ کے گھر سے تقریباً ایک سے ڈیڑھ گھنٹے کی دوری پر ہے، تو آپ اس کی مشہوری کے لیے شدید گرمی کے موسم میں بھی وہاں جا کر اسلامی بہنوں کو نیکی کی دعوت دیا کرتیں اور اتوار کو بھی آرام نہ فرماتیں بلکہ مَزَنگ دَارُ السُّنَّہ میں ہفتہ وار اجتماع کا بھی اہتمام فرماتیں۔ یقیناً مَزَنگ دَارُ السُّنَّہ کو ایک مضبوط مرکز بنانے میں آپ نے کئی قربانیاں دیں اور ایک بے مثال کردار ادا کیا۔ آپ کی عادت تھی کہ دن بھر نیکی کی دعوت کی دھومیں مچانے کے بعد مُرشِد کے فرمان پر لَبَّیْک کہتے ہوئے مغرب سے پہلے پہلے گھر پہنچ جاتی تھیں۔

گھر درس: روبی باجی کا اگرچہ اسلامی بہنوں کے تمام آٹھ دینی کاموں پر کامل طور پر عمل تھا مگر گھر درس سے آپ کو خصوصی محبت تھی۔ چنانچہ صبح بعد نمازِ فجر گھر درس سے شروع کرتیں تو دن بھر میں بھی جب سب افراد جمع ہوتے تو اس وقت بھی گھر درس کا اہتمام کر لیتیں، یوں بعض اوقات 5 سے 6 مرتبہ گھر درس کی سعادت حاصل کر لیتیں۔ آپ خود ہی درس نہیں دیتی تھیں بلکہ گھر میں دوسروں بلکہ چھوٹے بچوں کو بھی گھر درس دینے کی ترغیب دلاتیں۔ یہی نہیں بلکہ آپ ہر وقت امیرِ اہلِ سنت کے کچھ رسائل اپنے بیگ میں رکھتیں اور جہاں موقع پاتیں درس کا اہتمام ضرور کرتیں، یہاں تک کہ سفر کے دوران گاڑی میں بھی درس کا اہتمام ضرور کرتیں۔

انفرادی کوشش: آپ کی انفرادی کوشش سے کئی اسلامی بہنوں نے دعوتِ اسلامی کے دینی ماحول کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا۔ آپ نے کبھی بھی انفرادی کوشش کے موقع کو ضائع نہ جانے دیا بلکہ لوہا گرم دیکھ کر بڑی حکمت عملی سے چوٹ لگاتیں اور اسلامی بہنیں آپ کی بات کو ماننے پر گویا دل سے راضی ہو جاتیں۔ مثلاً جب آپ مختلف دینی کورسز کر رہی تھیں تو اس وقت جامعۃ المدینہ گرلز میں اگر کبھی طالبات کو دیکھتیں کہ وہ فارغ ہیں تو انہیں فضول گفتگو وغیرہ سے بچانے کے لیے ان پر انفرادی کوشش کرتے ہوئے فوراً دینی درس یا ہفتہ وار رسالہ پڑھنا شروع کر دیتیں۔

ڈیمینشیا (Dementia)

ڈاکٹر زیرک عطاری*
*ماہر نفسیات، U.K

بھولنے کا مرض یا پھر یادداشت کے عارضے کو ماہرینِ نفسیات ڈیمینشیا کا نام دیتے ہیں۔ اس مضمون میں ہم اس مرض کی بنیادی علامات، اس کی وجوہات اور حفاظتی تدبیریں جانیں گے۔

ڈیمینشیا عموماً 65 سال سے زائد عمر کے لوگوں کو ہوتا ہے۔ بھول جانا ایک فطری عمل بھی ہے۔ ہم میں سے کوئی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ روزانہ کی بنیاد پر ہر چیز یاد رکھتا ہے ایسا ممکن ہی نہیں۔ کبھی ہم چابیاں رکھ کر کہیں بھول جاتے ہیں تو کبھی موبائل، بعض کو تو اپنی عینک دن میں کئی بار ڈھونڈنی پڑتی ہے اور کچھ لکھنے کی ضرورت پڑ جائے تو یہ بات بھول جانا گویا ایک عالمی مسئلہ ہے کہ پین رکھا کہاں تھا؟

تو کیا یہ سب ڈیمینشیا کی علامات ہیں؟ فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں، ان صورتوں کا تعلق ڈیمینشیا سے ہر گز نہیں ہے کیونکہ ڈیمینشیا کے علاوہ بھی معمولی یا عارضی بھول چوک کی بعض وجوہات ہوتی ہیں مگر ان کی بنا پر بھول جانا ڈیمینشیا نہیں ہوتا، ان میں سے تین وجوہات درج ذیل ہیں:

(1) بے توجہی: ہمارا روز مرہ کا بھولنا بے توجہی کی وجہ سے ہوتا ہے، کیونکہ جب ایک ہی وقت میں ہم متعدّد کاموں کے حوالے سے سوچ رہے ہوتے ہیں تو بکھری ہوئی سوچوں کی وجہ سے ہم کچھ چیزیں بھول جاتے ہیں۔ عموماً کاموں کی فہرست بنانے سے یہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا یہ ڈیمینشیا کی صورت نہیں ہے۔

(2) عارضی ذہنی دباؤ: اگر کوئی وقتی طور پر ذہنی دباؤ یا ڈپریشن کا شکار ہو جائے تو اس کی بھی یادداشت پر کافی اثر پڑتا ہے لیکن یہ سب عارضی ہوتا ہے، جیسے جیسے ذہنی دباؤ کم ہوتا ہے یا ڈپریشن میں بہتری آتی ہے تو یادداشت بھی بہتر ہونا شروع ہو جاتی ہے لہٰذا یہ بھی ڈیمینشیا نہیں ہے۔ لیکن جو لوگ لمبے عرصے تک ذہنی دباؤ یا ڈپریشن کا شکار رہتے ہیں ان میں ڈیمینشیا ہونے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔

(3) بڑھاپا: جب ہم بڑھاپے کی سیڑھیاں چڑھتے ہیں تو ہمارے سوچنے کی صلاحیت میں وہ برق رفتاری نہیں رہتی، مطلب ہمارا ری ایکشن ٹائم سست ہو جاتا ہے، جو بات جوانی میں ایک سیکنڈ میں یاد آ جاتی ہے شاید بڑھاپے میں تین گنا وقت لگتا ہو مگر یہ بھی نارمل ہے، ڈیمینشیا نہیں۔

اب آتے ہیں اس بھولنے کی طرف جس کا سبب ڈیمینشیا ہو سکتا ہے، یہ علامات اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ متعلقہ شخص ڈیمینشیا کی شروعات میں ہے: ☆ قریبی رشتہ داروں مثلاً زوجہ یا شوہر، بچّوں کے نام، پوتے پوتیوں یا نواسے نواسیوں کے نام بار بار بھول جانا۔ ☆ اپائنٹ منٹس کا بھول جانا مثلاً ڈاکٹر کی اپائنٹمنٹ۔ ☆ اگر کوئی دوائی لیتے ہیں تو مختلف اوقات کی دوائی کھانا بھول جانا یا پھر صبح، دوپہر یا شام کی خوراک گڈمڈ کر دینا۔ ☆ ذاتی صفائی ستھرائی (Personal Hygiene) کا متأثر ہو جانا مثلاً دانتوں کی صفائی، پاکی ناپاکی

کا خیال نہ رکھنا، گندے کپڑوں میں ہی رہنا، بالوں میں کنگھی نہ کرنا۔ ☆گھر کی صفائی ستھرائی متاثر ہونا☆ڈاک کے ذریعے موصول ہونے والے خطوط کا نہ کھولنا یا پھر برقی ڈاک (E-mail) کے معاملات میں کوتاہی کرنا۔ ☆بَروقت بِل کی ادائیگی کے مسائل۔☆بنیادی ضروریات کی خریداری کے مسائل مثلاً ناشتے کا سامان خریدنا بھول جانا یا خریداری کے وقت کیش کتنا دینا ہے یا بقایا کتنا ہوگا اس کا پتا نہ چلنا۔ ☆راستہ بھول جانا بالخصوص اگر کسی نئی جگہ جانا ہو۔☆نئی انفارمیشن کو یاد رکھنے کی دشواری۔ مثلاً پوتے پوتیاں یا نواسے نواسیاں جو پیدا ہوئے ان کی تعداد یا ان کی پہچان وغیرہا۔☆روزمرہ کے کام متاثر ہو جانا مثلاً چائے بنانا یا کھانا بنانا، کبھی ریسیپی کے اجزاء شامل نہیں ہوتے تو کبھی چولہا جلتا ہی رہ جاتا ہے۔☆گھر کے دروازے کھلے رہ جانا جس سے چوری چکاری کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔

یہ تمام علامات شارٹ ٹرم میموری کے زمرے میں آتی ہیں۔ مطلب یہ کہ روزمرہ کے کاموں کے لئے جس یادداشت کی ہمیں ضرورت ہوتی ہے۔ ان میں سے اگر کوئی علامت آپ اپنے کسی عزیز میں پائیں تو آپ ڈیمینشیا کا ضرور سوچیں۔ ایسا شخص اپنے ان مسائل سے بالکل ناواقف ہوگا اور وہ اس بات کا انکار کر دے گا کہ اس کے ساتھ کوئی بھی ایسا مسئلہ ہے۔ اور واقعی وہ اپنے ان مسائل سے ناواقف ہوتے ہیں کیونکہ اس بیماری کی پہچان یہ بھی ہے کہ متاثرہ شخص نہ صرف اپنی بیماری سے ناواقف ہوتا ہے بلکہ اس کی نشاندہی کرنے والے پر بھی ناراضگی کا اظہار کرتا ہے۔

ڈیمینشیا کا مریض اکثر ایک غلطی کرتا ہے اور وہ یہ کہ باقاعدہ اپنے مرض کا علاج کرنے کے بجائے اپنی شارٹ ٹرم میموری پرابلم کا اِزالہ اپنی پُرانی یادوں کو دوہرا کر کرتا ہے۔ اپنی جوانی کے واقعات وہ ایسے بیان کرتا ہے کہ سننے والا تصور ہی نہیں کر سکتا کہ ان کے ساتھ کوئی یادداشت کا مسئلہ ہوگا۔ علاج سے غفلت کے نتیجہ میں بالآخر ایک اسٹیج آئے گا کہ مریض کی پُرانی یادیں بھی متاثر ہونا شروع ہو جائیں گی۔ لیکن یہ ایک بہت بعد میں آنے والی علامت ہے، تب تک ڈیمینشیا بہت ایڈوانس اسٹیج تک پہنچ چکا ہوتا ہے۔ ایڈوانس اسٹیج ڈیمینشیا کی علامات یہ ہیں: ☆ مریض ریٹائرڈ ہونے کے باوجود سوچتا ہے کہ اسے کام پر جانا ہے لہٰذا وہ اس کی تیاری بھی شروع کر دیتا ہے اور اس کو روکنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ ☆مرحوم والدین کی وفات کو بھول جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ زندہ ہیں، ان کی تلاش بھی کرتا ہے اور یہ بھی سوچتا ہے کہ ان کی دیکھ بھال کرنے کی ضرورت ہے۔☆دن اور رات کی روٹین متاثر ہو جاتی ہے، پوری پوری رات جاگنا روزمرہ کا عمل بن جاتا ہے۔☆جوں جوں بیماری بڑھتی ہے تو مریض اپنے ذہنی طور پر پچھلے سالوں کی زندگی میں چلا جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ سوچتا ہے اس کے اپنے بچے چھوٹے ہیں ابھی اسے ان کی بھی دیکھ بھال کرنی ہے۔☆موجودہ رشتہ داروں کی پہچان بالکل ختم ہو جاتی ہے اور خاندان والوں کیلئے یہ معاملہ اس قدر دشوار ہوتا ہے کہ ان کے احساسات کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ☆مریض موجودہ گھر کو چھوڑ کر اپنے بچپن والے گھر جانا چاہتا ہے، اس کے بغیر اس کا ہر لمحہ اذیت میں گزرتا ہے۔

☆مریض بالکل ایک بچے کی مانند ہو جاتا ہے۔ لڑائی جھگڑا، گالم گلوچ اور ایسی گفتگو اور افعال کرتا ہے جس کا تصور بھی ان کی شخصیت کے منافی ہوتا ہے۔

حفاظتی تدابیر

ڈیمینشیا سے حفاظت کے لئے ان چیزوں کو مد نظر رکھنا اور ان سے بچنا ضروری ہے جو ڈیمینشیا کے خطرہ کو بڑھا دیتی ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں: ☆ سگریٹ نوشی ☆ شراب نوشی (یاد رہے! شراب دینِ اسلام میں حرام ہے) ☆ ذیابیطس ☆ ہائی بلڈ پریشر ☆ کولیسٹرول کا بڑھنا ☆ فالج۔

ان کے علاوہ ان چیزوں کو مدِّ نظر رکھنا اور اپنانا بھی مفید ہے جن سے ڈیمینشیا ہونے کا خطرہ کم ہو جاتا ہے، ان میں سے بعض یہ ہیں: ☆متوازن غذا☆روزانہ کی بنیادوں پر ورزش (اگر آپ کا کام آفس میں ہے یا پھر آپ کا کام اتنی محنت طلب نہیں کرتا) ☆اعلیٰ دینی تعلیم کا ہونا مثلاً عالم، مفتی، علمِ دین پڑھانا وغیرہ ☆ذہن کو مسلسل استعمال میں رکھنا مثلاً نئے علوم سیکھنا، نئے مشاغل اپنانا، نیکی کی دعوت دینا☆ لوگوں سے میل جول رکھنا☆ گناہوں سے بچنا وغیرہ۔

اللہ پاک ہم سب کو اور ہمارے چاہنے والوں کو اس بیماری سے بچائے، اٰمین۔ اگر آپ اپنے کسی عزیز میں ڈیمینشیا کی ابتدائی اسٹیج یا پھر ایڈوانس اسٹیج کی علامات پائیں تو فوراً کسی ماہر معالج سے رجوع فرمائیں، عموماً اس بیماری کی تشخیص اور علاج ماہرینِ نفسیات ہی کرتے ہیں، نفسیات کا ایک شعبہ (Old Age Psychiatry) بڑھاپے کی نفسیاتی بیماریوں کا ہے۔ عموماً اسی شعبے سے وابستہ ماہرینِ نفسیات ڈیمینشیا کی تشخیص اور علاج بھی کرتے ہیں۔

اسلامی بہنوں کی مدنی خبریں

از: شعبہ دعوتِ اسلامی کے شب و روز

بھابڑہ بازار راولپنڈی میں سنتوں بھرے اجتماع کا انعقاد

نگرانِ پاکستان مجلسِ مشاورت اسلامی بہن نے سنتوں بھرا بیان کیا

یکم اپریل 2023ء کو راجہ بازار راولپنڈی میٹروپولیٹن کے ذیلی حلقہ بھابڑہ بازار میں سنتوں بھرے اجتماع کا انعقاد کیا گیا۔ اس اجتماعِ پاک کا آغاز تلاوتِ کلامِ پاک اور نعتِ رسولِ مقبول سے کیا گیا۔ جبکہ نگرانِ پاکستان مجلسِ مشاورت اسلامی بہن نے ”اللہ والوں کے روزے“ کے موضوع پر سنتوں بھرا بیان کیا۔ دورانِ بیان نگرانِ پاکستان مجلسِ مشاورت نے اسلامی بہنوں کو روزے کے آداب بیان کرتے ہوئے بزرگانِ دین کس طرح روزے رکھتے تھے اس بارے میں واقعات بیان کئے۔ نگرانِ پاکستان مجلسِ مشاورت اسلامی بہن نے اسلامی بہنوں کو رمضان کے بعد بھی نماز کی پابندی کرنے اور دینی کاموں میں عملی طور پر شرکت کرنے کی ترغیب دلائی جس پر وہاں موجود اسلامی بہنوں نے اچھی اچھی نیتیں کیں۔

حیدر آباد آفندی ٹاؤن میں شخصیات اسلامی بہنوں کا اجتماع

شخصیات خواتین کی شرکت، مبلغۂ دعوتِ اسلامی نے بیان کیا

22 مارچ 2023ء کو دعوتِ اسلامی کے تحت حیدر آباد آفندی ٹاؤن میں شخصیات اسلامی بہنوں کے لئے اجتماعِ پاک کا انعقاد کیا گیا جس میں قُرب وجَوار کی اسلامی بہنوں نے شرکت کی۔ دورانِ بیان مبلغۂ دعوتِ اسلامی نے ”برکاتِ رمضان“ کے موضوع پر سنتوں بھرا بیان کیا جبکہ نگرانِ عالمی مجلسِ مشاورت اسلامی بہن نے ”دنیا کی مذمّت“ کے عنوان پر بیان کرتے ہوئے دعوتِ اسلامی کے ڈونیشن میں اپنا حصہ ملانے کی ترغیب دلائی جس پر شخصیات اسلامی بہنوں نے اچھی اچھی نیتیں کیں۔

نیوزی لینڈ میں ہونے والے ذمہ دار اسلامی بہنوں کا ٹریننگ سیشن

نگرانِ نیوزی لینڈ اسلامی بہن کا سنتوں بھرا بیان

دعوتِ اسلامی کے تحت 09 اپریل 2023ء کو نیوزی لینڈ میں ذمہ دار اسلامی بہنوں کا ٹریننگ سیشن ہوا جس میں نگرانِ نیوزی لینڈ اور دیگر اسلامی بہنوں نے شرکت کی۔ نگرانِ نیوزی لینڈ اسلامی بہن نے اسلامی بہنوں کے 08 دینی کاموں کے بارے میں آگاہی فراہم کی اور نیوزی لینڈ میں اسلامی بہنوں کے 08 دینی کام مزید مضبوط کرنے کا ذہن دیا۔ اس موقع پر دینی کاموں کی پچھلی کارکردگی کا جائزہ بھی لیا گیا۔

اسلامی بہنوں کی مزید مدنی خبریں جاننے کے لئے
اس ویب سائٹ کا وزٹ کیجئے

news.dawateislami.net

اسلامی بہنوں کے 8 دینی کاموں کا اجمالی جائزہ

نیکی کی دعوت کو عام کرنے کے جذبے کے تحت اسلامی بہنوں کے فروری 2023 کے دینی کاموں کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیے:

دینی کام		اوورسیز کارکردگی	پاکستان کارکردگی	ٹوٹل
انفرادی کوشش کے ذریعے دینی ماحول سے منسلک ہونے والی اسلامی بہنیں		289777	957715	1247492
روزانہ گھر درس دینے / سننے والیاں		30669	88986	119655
مدرسۃ المدینہ (بالغات)	مدارس المدینہ کی تعداد	4244	5996	10240
	پڑھنے والیاں	30009	74517	104526
ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع	تعداد اجتماعات	4215	10042	14257
	شرکائے اجتماع	122639	336930	459569
ہفتہ وار مدنی مذاکرہ سننے والیاں		32198	111735	143933
ہفتہ وار علاقائی دورہ (شرکائے علاقائی دورہ)		10797	27440	38237
ہفتہ وار رسالہ پڑھنے / سننے والیاں		131694	868122	999816
وصول ہونے والے نیک اعمال کے رسائل		37251	77930	115181

تحریری مقابلہ "ماہنامہ فیضانِ مدینہ" کے عنوانات (برائے اگست 2023)

معلمات، ناظمات اور ذمہ دار اسلامی بہنوں کا تحریری مقابلہ (برائے اگست 2023)

1 قرآن کسے ہدایت دیتا ہے؟
2 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازِ اصلاح
3 بدشگونی کے خاتمے میں خواتین کا کردار

مضمون بھیجنے کی آخری تاریخ: 20 مئی 2023ء

مزید تفصیلات کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں: صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

شعبہ علاقائی دورہ و محفلِ نعت (برائے خواتین)

علاقائی دورہ

دعوتِ اسلامی کے شعبہ "علاقائی دورہ و محفلِ نعت" کا مقصد پاکستان و دیگر ممالک میں عوام و خواص تک نیکی کی دعوت پہنچانا ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک جن میں عرب شریف، بحرین، کویت، قطر، عمان، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، ساؤتھ کوریا، ہانگ کانگ، سی لنکا، انڈونیشیا، بنگلہ دیش، ہند، ترکی، ساؤتھ افریقہ، تنزانیہ، کینیا، یوگنڈا، ماریشس، موزمبیق، ملاوی، یوکے، یورپین یونین ریجن، ایران، نارتھ امریکہ، ساؤتھ اینڈ سینٹرل امریکہ اور نیپال شامل ہیں۔ ان میں علاقائی دورہ کا اہتمام ہوتا ہے۔ شعبہ علاقائی دورہ کے تحت اپنے محارم کو مدنی قافلوں میں سفر کروانے کی ترغیب دلائی جاتی ہے اور باقاعدہ اس کی کارکردگی لی جاتی ہے۔ علاقائی دورہ میں شرکت کرنے والیوں کے لیے امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ بہت پیاری دعا ارشاد فرماتے ہیں:

دعائے عطار

یاربَّ المُصطفےٰ! جو کوئی ہفتے میں کم از کم ایک بار "علاقائی دورہ برائے نیکی کی دعوت" میں شیڈول کے مطابق پابندی سے شریک ہوا کرے اُس کو بے حساب بخش کر جنّتُ الفِردَوس میں اپنے مدنی حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا پڑوس نصیب فرما۔ اٰمین

ملک و بیرونِ ملک کی شرکا

علاقائی دورہ کے تحت ہفتے میں ایک دن اسلامی بہنیں گھر گھر جاکر ایک گھنٹہ 40 منٹ نیکی کی دعوت دیتی ہیں۔ یوں ہی ایسے ممالک جہاں گھر گھر جاکر نیکی کی دعوت دینا ناممکن ہوتا ہے وہاں بھی بذریعہ فون نیکی کی دعوت دی جاتی ہے، جس میں خواتین کو ہفتہ وار اجتماع میں شرکت کی ترغیب دلائی جاتی ہے۔ فروری 2023 میں بیرونِ ممالک میں 1356 اسلامی بہنوں نے گھر گھر جاکر اور بذریعہ فون علاقائی دورہ کے ذریعے نیکی کی دعوت پہنچائی۔

محفلِ نعت

شعبہ علاقائی دورہ و محفلِ نعت کے تحت عوام و شخصیات میں محافلِ نعت کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔ جن ممالک میں علاقائی دورہ برائے نیکی کی دعوت کا کام ہے تقریباً انہی ممالک میں اس شعبے کا بھی کام ہے۔ محفلِ نعت کا دورانیہ صرف ڈیڑھ گھنٹہ ہے جس میں موقع کی مناسبت سے بیانات ہوتے اور آخر میں کتب و رسائل تقسیم کیے جاتے ہیں۔ فروری 2023 میں بیرونِ ممالک میں 160 محافلِ نعت کا اہتمام، ان محافل میں کی جانے والی انفرادی کوشش کے نتیجے میں 54 خواتین نے مدرسۃ المدینہ بالغات میں داخلہ لیا اور 219 شخصیات دینی ماحول سے وابستہ ہوئیں۔

فیضانِ مدینہ، محلّہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، کراچی
UAN: +92 21 111 25 26 92 Ext: 2650 / 1144
Email: mahnamakhawateen@dawateislami.net / ilmia@dawateislami.net
Web: www.dawateislami.net WhatsApp: 0348-6422931